

تعمیر حیات

بیت لکھنؤ

اے مرد مسلمان!

اے مرد مسلمان! تو ناموس ازل کا امین و پاساں اور خدا کے لمبیل کا راز داں ہے، تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، تیری اٹھان مٹی سے ہے لیکن تجھی سے اس عالم کا وجود و بقا متعلق ہے، میخانہ یقین کے جام چڑھا اور ظن و تخمین کی پستیوں سے بلند ہو جا، فرنگ کی دلاویزی کی نہ حاد رہے نہ فریاد، جس نے عقل و دل دونوں کو مسخور و مخمور اور شکستہ و رنجور بنا دیا ہے۔

فریاد ان بازیگروں سے جو کبھی ناز و انداز سے پکڑتے، اور کبھی بیڑیوں میں جکڑتے ہیں، کبھی شیریں "کا پارٹ ادا کرتے ہیں اور کبھی "پرویز" کا روپ بھرتے ہیں دنیا ان کی تباہ کاریوں سے ویرانہ ہو گئی ہے،

اے بانی حرم! اے معمار کعبہ!! اور اے فرزند ابراہیم! ایک بار پھر دنیا کی تعمیر کے لئے اٹھ اور اپنی گسری نیند سے بیدار ہو!

نقوش اقبال

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

فی کاپی: ایک روپیہ

زر سالانہ: بیس روپے

۱۰ مارچ ۱۹۸۳ء

Regd No. LW/NP 56

Phone : 42948, 49747

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India)

"یاو ایام" تاریخ گجرات

مختصر نویسی کا اعجاز، تاریخ نویسی کا شاہکار

از: مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی

تاریخ گجرات کے تمام پہلوؤں پر جس اختصار لیکن مؤثر اور حقیقتاً انداز میں مولانا مرحوم نے نظر ڈالی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ گجرات کی ہزار سالہ تاریخ کو اس طرح پیش کیا ہے کہ کوڑھ میں دریا سا لگتا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جس پر گفتگو نہ کی ہو۔ خشو و زواہد سے پاک لیکن تاریخی اہمیت کی معلومات سے بھر پور۔ یہ مختصر کتاب حقیقت میں ایک رہنما اور رہبر کی حیثیت رکھتی ہے جس سے تاریخی کام کرنے والے کوئی حاصل کر سکتے ہیں اس سے تاریخ گجرات پر تحقیق کی گزرگا جس ہی روشنی میں ہوگی ہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف علاقوں پر کام کرنے والوں کے لئے ایک اعلیٰ قابل تقلید نمونہ سامنے آگیا ہے۔ عبارت کی دل کشی بھی ہے اور تاریخ کا ایک وسیع، سحر، جاندار اور بصیرت افروز نصب العین بھی۔

آئینہ کی طباعت۔ دیدہ زیب کتابت، قیمت صرف سات روپے

مبلغ آٹھ روپے چھٹی بڈریمنی آرڈر روانہ فرما کر مصارف ڈاک کی رعایت کیاتے کتاب رجسٹرڈ ٹیک بیکیٹ حاصل کیجئے۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوہ، لکھنؤ

عباس علیہ الدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS

44, Haji Building, S. V. Patel Road,
Null Bazar, BOMBAY. 3
Tele: Add CUPRETTE

Phone { SHOP: 862220
RES: 898684



۴۴ - حاجی بلائنگ، ایس، وی، ٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

اسٹیل مکسچر
اسٹیل مری
ہوٹل مکسچر
سوداگر مکسچر
کپ برانڈ
گولڈن ڈسٹ
فلور بی، او بی
سو پر ڈسٹ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے تازہ تصنیف

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی مفصل، جامع اور متوازن سوانح حیات، جس میں ان کے یقین آفریں اور ایمان افروز حالات و مہولات کے ساتھ ان کی بگڑتی ہوئی طبی خصوصیات، ان کی دینی کوششوں، علمی خدمات و کمالات اور علمی کاموں کی ترقی اور اور بہت افزائی اور ان انسانی و اسلامی اخلاقی پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے جن سے عصر حاضر میں بلند مقام و باکمال اسلاف کی سیرت کے اتباع اور صحیح روحانی و دینی ترقیات کے امکانات کا ثبوت ملتا ہے۔ احیاء سنت کا ذوق اور اتباع سنت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ سوانح نگاری کے مؤثر و کامیاب اسلوب کے ساتھ عصری ذوق و ذہن کی خاص رعایت رکھی گئی ہے اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کیا گیا ہے۔

دیباچہ سے کتابت، طباعت، صفحہ ۳۲۰، قیمت: ۲۰ روپے

مکتبہ اسلام ۳۴ - گوئن روڈ، پوسٹ بکس ۳۳۵، لکھنؤ

متو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان



- لیبل پر مینوفیکچرنگ آرٹیسٹ نمبر U18/77 ضرور دیکھیں
- کیپٹول پر (G) مارک دیکھیں
- اگر لیبل پر مذکورہ لائسنس نمبر نہ ہو اور ایلی مارک نہ ہو یا دوسرا مارک ہو تو ہرگز نہ خریدیں۔



نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، موناچہ بھجن، یو پی

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کے غیر مطبوعہ ملفوظات

حضرت کے مرید خاص..... لکھنوی کے قلم سے

ایکے طالب نے حضرت داکو کھا کر " درگاہ باری تعالیٰ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی محبت میرے قلب میں پیدا ہو جائے لیکن ذرہ برابر بھی محبت قلب میں نہیں! مولانا نے جواب دیا کہ " محبت کے رنگ مختلف ہیں۔ ایک رنگ یہ بھی ہے جو آپ کو حاصل ہے اس کی ایک کھل ہوئی علامت یہی ہے کہ اس کی کمی کے شک سے آپ کو بے چینی ہوتی ہے۔"

دین کی کسی عزم سے شلا استفنا کا جواب یعنی فتویٰ اس کی اجرت۔ اور میں ان فتویٰ قسموں میں سے ایک قسم کا بھی ہر نہیں بنا۔ البتہ جو محبت سے دیا جائے وہ لے لیا ہوں کیونکہ حد تک لیا تو مجھے بوجہ نہیں ہونے کے جائز نہیں اور اجرت دینی کاموں کا لینا بھی میں جائز نہیں سمجھتا اور رشوت تو مجھی کے نزدیک حرام ہے اور جو محبت سے ہو وہ ہر ہوتاہے اس کا قبول کرنا سنت ہے۔

غالب ہے۔ البتہ کم بولنا اور کم ملنا جلتا ضروری ہے لیکن زائنا کم کہ جس سے قلب اندری اندر کھٹے۔ درویشی کے لئے کھل اور گداری کی ضرورت نہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ دے تو دشوار اور شاہی میں بھی درویشی حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ طریقہ سے حاصل کی جائے البتہ اگر بے اصول چل کر اس طریق کو خود ہی دشوار کر لیا جائے تو طریق کا نقص نہیں بلکہ چلنے والوں کا بے ڈھنگا بن ہے۔ راستہ تو بالکل صاف ہے اور ہمارے، لیکن اگر خود ہی راستہ کو اپنے غلط استمال سے اور بلا وجہ کے شک و شبہات اور دعووں سے دشوار کر لو اور خود اپنے ہاتھوں پر شاہی میں پڑو تو اس کا علاج کیا۔ ایک بڑے عالم فاضل مولوی بھی ایسے ہی شک و شبہات و دعوں میں پڑے تھے وہ شک و شبہ کرتے تھے، کہتے تھے کہ اب تک نجد کے وقت بلا الارم کی گھڑی لگائے ہوئے آگے نہیں کھلتی اور ابھی تک گھڑی کا محتاج ہوں اتنا بھی تقاضا قلب میں پیدا نہیں ہوا کہ بلا الارم کی گھڑی کے آگے نماز کے لئے کھل جائے خود بخود۔ میں نے ان مولانا کو سمجھایا کہ جہاں آپ کو اللہ نے اور جہاں کا محتاج بنا یا ہے۔ لباس کا محتاج۔ گھر کا محتاج۔ بسیکرڈوں ضروریات زندگی کا محتاج۔ اگر الارم کی گھڑی کا بھی محتاج بنا یا ہے تو اسوس کیوں اس کی بھی حاجت ہے کسی شک و شبہ میں پڑے ہو۔ جب خود اللہ میاں ہی نے ہمیں اپنی نعمت کا محتاج بنا یا ہے تو ہم کیوں تمنا کریں کہ ان کے آگے نہیں کھلتی تو اس کا انوس ہی کیا؟ اللہ نے الارم کی گھڑی دے ہی رکھی ہے اس سے کام لینا چاہیے مقصود تو جاگ اٹھنا چاہے الارم سے ہو یا چاہے بلا الارم کے، جب مقصود حاصل ہے تو پھر اس کا علم کیا کہ بلا الارم کے آگے نہیں کھلتی۔

مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ سال بھر کا خرچ ہمیشہ میرے پاس جمع رہتا ہے، اس سے اطمینان رہتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دے دیا کرتے کرتے تھے۔ امام غزالیؒ نے خرچ فرمایا ہے کہ سال بھر کا خرچ جمع کرنا توکل کے خلاف نہیں۔

ایک بار دیوبند سے پارسل کے ذریعے سے کسی نے نہایت عمدہ خرچوں سے بھیجے۔ ریل کے باؤنے حضرت والا کے ملازم سے بطور رشوت کے کچھ پیسے مانگے حضرت والا نے بطور پارسل سے خرچوں سے بھیجے والے کے پاس دوا پس فرمادی۔ ایک دوسرے موقع پر سنے باؤنے پیسے رشوت کے طور پر دوسرے پارسل کے چھڑانے پر مانگے تو پورا نے باؤ نے کہا کہ بھائی یہ پیسے رشوت کے نہیں دیا کرتے، ان سے نہ مانگو۔ بس پھر کسی نے کچھ نہیں مانگا لیکن حضرت والا ان کو بوجہ واسطہ ہونے کے خود ہی آئی ہوئی پارسل کی چیزوں میں سے کچھ بھیج دیا کرتے تھے۔

دہلی سے ایک شخص مسلک فرانس کے کر آیا اور کچھ خزانہ دینا چاہتا تھا کہ میں نے زون کا اور فرمایا کہ آجکل جو بزرگوں کو بصورت ہر دیا جاتا ہے اکثر اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو بعض دینا یعنی رشوت۔ دوسرے بعض تو اب تیری یعنی حد تو حضرت آج میرے

تعمیر حیات

شعبہ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

جلد نمبر ۲۰ ۱۰ مارچ ۱۹۸۳ء ۲۴ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ شماره نمبر ۲۹

اندرون ملک	۲۰ روپے
بیرون ملک	یک روپے
بھارتی ڈاک	۵ پونڈ
حوالی ڈاک	
ایشیائی ممالک	۴ پونڈ
افریقی ممالک	۸ پونڈ
یورپ و امریکہ	۱۰ پونڈ

(مولانا) ابوالحسن علی ندویؒ

تحریک ندوۃ العلماء کا پس منظر، اس کی ضرورت اور اس کا دستور

چودھویسے صدی ہجری کے آغاز اور انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں عالم اسلام تفرقہ و انتشار، پریشان خیالی اور فکری اضمحلال کی آخری منزل میں تھا، نئے تغیرات اور نئے حوادث کا سامنا کرنے اور نئے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت علمائے دین میں (جو ملت کے حقیقی قائد تھے) اور اس طریقہ تعلیم سے جو ان کو پیدا کرنے کا واحد ذریعہ تھا، تیزی سے مفقود ہوتی جا رہی تھی، مسلم معاشرہ دو متوازی طبقوں کے درمیان منقسم ہو گیا تھا، ایک طرف علمائے دین تھے جو عسروی مدارس سے قدیم طرز پر پڑھ کر نکلتے تھے، دوسری طرف مغربی تعلیم یافتہ حضرات، جو کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ساتھ پرداخت تھے، ان دونوں کے درمیان اجنبیت اور بیگانگی کی طبع تھی، اور یہ طبع دن بدن بڑھتی جا رہی تھی، اندیشہ تھا کہ وہ اس حد تک پہنچ جائے کہ کسی ملانے والے پل کے بغیر ان کی ملاقات اور کسی ترجمان کے بغیر انہماں و تقسیم ممکن نہ ہو، معاملہ انہیں دو طبقوں میں منقسم تھا، ملت کے مختلف ذہنی فرسے اور فقہی مسلک ایک دوسرے کو تحقیر یا نفرت و نفرت کا نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے، مناظروں اور مجادلوں کا بازار گرم تھا اور وہ کبھی کبھی سخت جارحانہ شکل اختیار کر لیتے تھے، معاملہ صرف اثبات و تردید تک محدود نہ تھا بلکہ نفسیت و تکبر تک کی گرم بازاری تھی۔ جہاں تک فقہی درس کا تعلق ہے اس میں کسی کی یا زیادتی کی گنجائش نہیں سمجھی جاتی تھی، علمی حلقوں پر بالعموم ذہنی عزت اور گوشہ نشینی کی فضا طاری تھی اور جدید دنیا کے علوم و افکار اور علمی تحقیقات کے لئے کوئی روزن کھلا نہیں رہ گیا تھا، تیز رو اور تغیر پذیر زندگی سے صرف اسی وقت واسطہ پڑتا تھا جب علماء سیاست کے راست پر گامزن ہوتے، مسلم معاشرہ کی باسبانی و نگرانی اور مغربی علوم کے حلقوں اور اس کے تشکیلی اثرات سے مسلمانوں کی حفاظت کے فریضہ سے علماء کنارہ کش ہوتے جا رہے تھے اور تعلیم یافتہ طبقہ مغرب کے عاشق برداروں اور فکری و تہذیبی شکست کے نقیوں کے رحم و کرم پر تھا۔

اس نازک بحرانی دور (۱۳۱۰ھ - ۱۳۱۲ھ) میں وقت کے ایک اہم سے دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شاہد پر آپ کا جذبہ خیر و بکر ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و دہا کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپ کی خدمت میں پہنچا رہے تو اس کا سالانہ جذبہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روایت سے پہلے آپ کا جذبہ باطنی اصول نہ ہو تو کچھ کر کہ آپ کو دی، بی بی سے جہنہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ دی، بی بی خرچہ 24/25 روپے کے مطالبہ میں دی، بی بی سے روزانہ ہوا۔ چندہ اپنا بھیجتے وقت اپنا فریضہ جاری رکھنا بھیجیں۔

روشن ضمیر صاحب دل ذی ہوش عالم مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کی تحریک پر مدرسہ فیض عام کانپور کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر انجن ذمہ العلماء کے قیام کا فیصلہ ہوا اور اگلے سال ۱۳۰۵ھ - ۱۳۰۶ھ اشوال ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۲-۲۳-۲۴ اپریل ۱۸۹۵ء کو اس مدرسہ فیض عام کی دستار بندی کے موقع پر کانپور میں ندوۃ العلماء کا پہلا اجلاس اعلان شدت و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔ منتخب اہل نظر اور اہل درد جن کو فراست ایمانی اور درد اسلامی کا حصہ دافرلا تھا، سر جوڑ کر ایک جگہ بیٹھے اور انہوں نے اس کا ایک حل تجویز کیا، یہ پہلا موقع تھا کہ جب اہل نظر، اہل دل کے ساتھ، علمائے دین، جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ساتھ مذہب حنفی کے علمبردار علمائے اہل حدیث کے ساتھ، زاہد و گوشہ نشین بزرگ، امراء و وساء اور ماہرین تعلیم کے ساتھ خانہ نشانی اور صف بصف نظر آئے۔

اس انجن کا نام "ندوۃ العلماء" اس لئے تجویز کیا گیا تھا کہ یہ انجن دراصل جماعت علماء ہی کے غور و فکر اور انہیں کی دعوت پر قائم ہوئی تھی اور وہی اس کے روح رواں تھے، اس انجن نے جن بنیادوں پر اپنے سفر کا آغاز کیا وہ تھیں، مسلمانوں کا باہمی اتحاد، اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لئے مختلف اجتماعی، اصلاحی و تعلیمی کوششوں میں ہم آہنگی، اعلیٰ سرت و کردار کی تشکیل، رسوم تغیر کا استحصال، مسلمانوں کے مختلف امور و مسائل کے حل کے لئے مختلف مسلک و مشرب کے صحیح العقیدہ (اہل سنت و الجماعت) علماء کے ایک مشترکہ پلیٹ فارم کی تشکیل، اسلامی اصولوں اور شریعت اسلامی کے مفاد کو سامنے رکھ کر علوم دینیہ کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں جو عصر حاضر کے تقاضوں کی تکمیل کر سکیں، علماء کی دینی مسلح کو بلند اور ان کے فکر و معلومات کے افق کو وسیع کرنا اور ایسے علماء تیار کرنا جو قدیم و جدید دونوں طبقوں کے اعتماد کے اہل اور احرام کے مستحق اور مسلمانوں کے دینی، فکری، علمی قیادت کے اس منصب پر نامزد ہو سکیں جو عرصہ سے خالی چلا آ رہا ہے۔

یہ حضرات کسی ایک علاقہ کے تائید سے نہ تھے بلکہ مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے، لیکن ملت کے روز افزوں انحطاط نے ان سب کو بے چین کر دیا تھا اور وہ آرزو مند تھے کہ یہ صورت حال تبدیل ہو، یہ وہ زمانہ ہے کہ ایک طرف مغربی تہذیب برائی روایات کو ختم کر رہی تھی اور دوسری طرف برطانوی حکومت ملک کو اپنے کشمکش میں زیادہ سے زیادہ کستی جا رہی تھی، عیسائی مناظر بھی اسلام اور داخلی اسلام غیر المتزلزل و السدم کے خلاف اپنے خیالات کی علامتہ اشاعت میں مصروف تھے، علوم و فنون کے

حضرت والا کا ارشاد ہے کہ نماز، روزہ، نسیح، وظیفہ، اللہ اللہ جو نیک (بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

مرکز برآمد ہو رہے تھے، کتب خانوں کو بڑے کھارے تھے، اس پر طبعاً بیکسٹن خود باہم دست و گریبان تھے، ملک میں جو حالات پیدا ہو گئے تھے اور مگر مسلم نے ذہن و دماغ کو جس طرح بدل دیا تھا اس کی بنا پر مسلمان معاشرہ پر پرانی تعلیم کی گرفت کمزور ہو گئی تھی۔

۱۹۳۰ء (۱۳۴۹ھ) میں جسے جو کچھ لاکھ علاؤ آغاز ہوا اور ندوۃ العلماء نے جو اصلاحی تعمیری سفر شروع کیا، وہ کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔ اس کے سالانہ اجلاس بڑی خوش اسلوبی اور بلند معیار کے ساتھ ہندوستان کے مرکزی شہروں میں منعقد ہوتے رہے، اس کا آواز سارے ہندوستان میں بلند رہا، یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ اس نے مسلمانوں کو اپنے حق میں مطالبی ایک تعلیمی تجربہ گاہ اور دینی درس گاہ کا دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نام سے آغاز کیا۔

ندوۃ کے اس مقبولیت کے بہت سے اسباب تھے، ایک طرف وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق قوم کو شاہراہ عمل دکھا رہا تھا، دوسری طرف اسے دینی و دنیاوی دونوں حلقوں کے سربراہ آوردہ اصحاب کی تائید و حمایت حاصل تھی، اسی زمانہ حضرت مولانا فضل الرحمن گجرات آبادی اور شیخ العرب والعمج حضرت حاجی امداد اللہ صاحب گجراتی، استاد العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا مبین مولانا عبدالحی لکھنؤ کے شاگردوں کی تائید، مولانا سید محمد علی موگیب کی برادر روحانی شخصیت اور علی جدوجہد، شاہ سلیمان صاحب پھلوروی کی موثر خطابت، مولانا شبلی نے کامیاب مطالعہ اور عالمانہ فکر و نظر مولانا سید الزمان خاں صاحب دستار نظام دکن کی وجاہت و ہوشمندی، مولانا سید ظہور الاسلام صاحب پنجاب کی روحانیت، مولانا ابوبکر صاحب آرومی کی دردمندی، مولانا محمد حسین صاحب الازادی اور مولانا عبدالحق صاحب حقانی و مولانا شہار اللہ صاحب امرتسری کی علمیت اور وسیع القلمی، مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروعاتی و نواب صدر پارک جنگ ہادرد کی دل آویز و باوجاہت شخصیت، منشی اظہر علی صاحب ریس کا گوردی و مشیر قاضی ایمن حلقہ داران اودھ کی ہمت

دینداری اور ایثار، منشی احتشام علی صاحب لاکھروی، مولانا خلیل الرحمن صاحب پٹنہ کی محنت و سرگرمی، مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کا استقلال اور جاہلیت سے عدم وابستگی، مصمم الدولہ نواب سید علی حسن خاں صاحب (مزدن والا جاہ امیر الملک نواب سید صدیق حسن خاں صاحب) کا اعتدال و دانشمندی، ڈاکٹر حکیم سید عبدالعلی صاحب کا واضح دینی رجحان، ترمیم و تجدید سے گہری واقفیت اور ان کی دور رس اصلاحات (جنہوں نے جس سال ندوۃ العلماء کی نظامت کے فرائض ادا کیے) مولوی سید ظہور احمد صاحب مولوی موسیٰ صاحب کی قانونی واقفیت اور دستور کا تجربہ مولانا غلام محمد صاحب شملوی کی کامیاب و موثر سفارت و ترجمانی، مولانا سید سلیمان ندوی کی ندوہ سے گہری وابستگی، دینی و علمی رہنمائی اور باعث عزت انتساب، مولانا سعید علی صاحب ندوہ کا عملی تعاون اور تجربہ کچھ اس طرح اس تحریک کے ساتھ تھا کہ اس کا اثر روز بروز بڑھتا جا رہا تھا اور یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اسی ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔

ندوۃ العلماء کا دستور ان باغیظ علماء اور تجربہ کار ماہرین قانون و دواضین دستور کا تیار کیا ہوا ہے جن کی توجہ اس کے بنیادی مقاصد پر مرکوز تھی اور جن کی نظر انجمنوں، تنظیموں اور اداروں کے رہنما ہوں اور نگرانی کرنے والے دستوروں پر گہری اور وسیع تھی، طویل غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد انہوں نے ندوۃ العلماء کا دستور وضع کیا، جس پر اس کی طویل مدت قیام اور وسیع میدان عمل میں عمل کیا جا رہا ہے اور مختلف حالات میں اس سے مدد ملتی رہی۔

لیکن کسی ادارہ یا کسی ایسی زندہ جماعت کے لئے اپنی عمر میں صرف ایک بار حقیقت پسندی سے کام لینا، اپنے نظام کے اندر ضروری تبدیلی پیدا کرنا اور اسے زندگی کے ساتھ ہم آہنگ بنانے کی کوشش کرنا کافی نہیں، کسی ایک اقدام سے پیشہ کے لئے نفع و راحت کا جو ایذا نہیں ہوتا۔ درحقیقت جو ادارہ ایک بار تبدیلی و ترقی کی ضرورت کو تسلیم کر لیتا ہے، اور اپنے دستور اساسی کو ایک مرتبہ زندگی سے ہم آہنگ بنا لیتا ہے اس کے لئے زمانہ کی تبدیلیوں اور ان کے جائز تقاضوں سے آگہی بند کر لینا اور ایک ایک جوت اور لفظ پر اصرار کرنا خود اس کے آئین و احکام

اور طرز عمل سے تضاد رکھتا ہے۔ ایک ایسے ادارہ کی جس کی بنیاد ہی اصلاح و نفع کی تلاش و جستجو اور نئی اور جائز تبدیلیوں کے تسلیم کرنے پر ہے، کسی زمانہ میں کسی نئی تبدیلی سے انکار اور کسی سے تقاضہ اور حقیقت سے فرار جائز و حق بجانب نہیں ہو سکتا اس بنا پر ندوۃ العلماء نے اپنے طریق کار اپنے قواعد و ضوابط اور اپنے آئین و دستور ہی کے عائد کردہ شرائط کے مطابق و تقاضا اللہ لما یحب ویرضی۔

ساختہ ارتحال

۲۰ جزوی مستشرقین کو مولانا عبدالحی ندوی کی مرحوم کا مالک و ذمہ دار بنانے میں انتقال ہو گیا ہے۔ علمی اور دینی حلقوں میں مولانا کی ذات محتاج تعارف نہیں وہ ایک زبردست عالم دین، عربی زبان و ادب کے ماہر اور مسلمانوں کے دینی و اجتماعی مسائل میں ایک رہنما تھے اس لئے ان کے انتقال سے شدید خلا محسوس کیا جائے گا، وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے رکن اور دارالعلوم سے خصوصی ربط و تعلق اور ذاتی لگاؤ رکھنے والوں میں تھے، ذہنی اور فکری طور پر ندوۃ العلماء سے بہت زیادہ ہم آہنگ تھے۔ جامعہ معبد ملت مالیکانوں ان کی یادگار اور ان کی علمی، دینی، سماجی و افکار کا مظہر ہے۔ اس وقت معبد ملت کے ذمہ داروں میں ان کے خصوصاً تلامذہ اور مسترشدین، جس میں لے امید ہے کہ یہ لوگ مولانا مرحوم کی اس یادگار کو مولانا

مشرق کے بہترین روح پرور عطریات جو اپنی عینی عینی خوشبو کے لئے مشہور ہیں!

عطر مجموعہ ۹۶ رجسٹرڈ

ATTAR MAJMA 96

عطر نسیم

ATTAR NASEEM

حامی اینڈ کمپنی پرفیومرس، جامع مسجد بمبئی علی

HAMI & CO. Perfumers
Juma Masjid, BOMBAY-2 (INDIA)

PREMIER ADVERTISERS

تجدد کے نام پر تقلید مغرب کی دعوت

مولانا واضح رشید ندوی ایڈیٹر "الرائد"

(ترجمہ: نصر احمد)

اور ترقی اور ان کے مغربی حیلاب میں آنے والے ہر شخص و خفاشا کو لائق حسد و احترام بنانے میں نمایاں کارنامے انجام دئے اور ذہنوں پر مغربی برتری کا ایسا گہرا اثر ڈال دیا جو حالات بدلتے کے بعد بھی ذہنوں سے نہیں نکل سکا۔

اب وہ دور گزر چکا، اقوام مشرق اور خصوصاً مسلمان مغربی غلامی سے آزاد ہو چکے ان کی اپنی حکومتیں قائم ہو چکی ہیں، ان کی نام سیاست مشرقی قوموں کے ہاتھوں میں ہے ان کے دیار میں اور یونیورسٹیاں اور ان کی علمی و تحقیقی کمیونیاں قائم ہیں لیکن مسلمانوں کی اس ترقی کے بعد آج بھی ان کے اداروں میں، افراد میں جس جہر اور متاع گراہی کی کمی ہے وہ ہے فکری حرت اور خود اعتمادی، تقلید کے بجائے اجتہاد اور نقل کی جگہ اختراع و ابتکار وہ آج مغرب سے آزاد ہو کر بھی ذہنی غلامی کے شکار ہیں۔ وہ یورپین جنگ سے دیکھے اور اسی کوئی بربر کچھے اور اسی دماغ سے سوچتے ہیں۔ اصلاح و ترقیت کے ذمہ دار مسلمانوں کے ساتھ انہیں کسی سلسلے کے اندر ملنے والی گمان ڈالنی چاہیے قوم کی خواہشیں اور ترقی کے لئے نیا راہ بنانے کے لئے تیار کرنا چاہیے، وہ لوہا لان قوم کو مغرب کے ساتھ صرف شمولیت اور شریک رہنے کی تلقین کرتے ہیں چنانچہ مشرقی انسان نے ترقی کی راہ میں پھیلے عقولوں میں رہنا پسند کیا اور اس دور اور ریس میں اپنے لئے آخری عقول کو مستحب کیا ہمارا تعلیمی نظام جو باسیاسی نظام یا اقتصادی میدان تک کو سماجی اور عائلی نظام بھی مغرب کی اتباع اور تقلید کی بنیاد پر قائم ہے اور سب سے زیادہ عجیب کی بات یہ ہے کہ ہمارا ادب اور تنقیدی قدر میں بھی بڑی حد تک مغربی تعلیم کے تجربے طور پر تقلید مغرب کا شکار ہو گیا ہے جس کا گہرا لطف قوم کے مزاج اور اس کے احساسات سے ہے، توجہ کی ہمت کو حوصلہ کی انتہائی پرواز تاشائی بنایا بارہ سے زیادہ شریک کار رہنا ہو وہ سابقہ

محققین اور اصحاب فکر و نظر کا خیال ہے کہ کسی حقیقت کے بارے میں تسلیم و یقین کے بجائے شک و شبہ مزید علم و تحقیق کا ذریعہ ہے اور اس تلاش و جستجو سے نئے گوشے کھلتے ہیں، اور نئی حقیقتیں سامنے آتی ہیں کیونکہ علم کوئی شئی جامد نہیں ہے جو ہمیشہ کیساں اور ایک حالت پر رہے بلکہ انسان کی ہم اور اس کا مزاج بدلتا رہتا ہے، اسکی طبیعت ترقی پذیر ہے اس میں ہر نئی تحقیق و نظریہ اور فکر سے نئی بات اور نیا حوصلہ پیدا ہوتا ہے ایک ہی موضوع پر مختلف انداز اور مختلف زاویہ سے غور کرنے والے الگ الگ نتائج اخذ کرتے ہیں اور مختلف شکلوں میں اس کو پیش کرتے ہیں اسی لئے رجحانات اور نظریات کے اعتبار سے اختلاف رائے بھی ہوتا ہے ایک مفکر اور صاحب نظر دوسرے کی فکر و رائے کو سے کم و کاست قبول نہیں کر لیتا۔ ایک نئی تحریک دوسرے قائد اور بانی کے اصول و تحریک پر بلکہ توجید کی طرح ایمان نہیں لے آتا اور حقیقت یہ ہے کہ علمی میدان میں اور آج کے سائنسی دور میں نئے نئے انکشافات اور نئی دریافتیں اسی شک و داریاب اور عدم قبول کی ذمہ ہیں۔ اہل مغرب، سائنس اور تحقیقات کے تقدس پر ایمان نہیں لائے اور نہ کسی نظریہ کو محض ایک نظر پر ہونے کی وجہ سے بغیر تحقیق کے قبول کرتے ہیں بلکہ تقلید اور اتباع محض کی سب سے زیادہ انہوں نے مخالفت کی، اور مشرق والوں کے ذہن میں یہ اصول راسخ کر دیا جس پر مشرق کے مغرب زدہ علماء عامل ہیں لیکن یہ عجیب کی بات ہے کہ مشرقی سادہ لوح اہل مغرب کی تقلید اور ان کی تحقیقات کے سامنے عقیدت مندی کے اظہار پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

ہیں تفاوت رہ ازگناست تا بجا اقوام مشرق کے نزدیک اہل مغرب کی تحقیقات، برہنات سے کسی طرح کم نہیں چنانچہ عقل و نقل کے درمیان تضاد

اور پیش قدمی کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں؟ تقلید و اتباع اور ذہنی غلامی کی بنا پر فکر و عمل کی آزادی، ایجاد و اختراع اور انکشاف و دریافت کا تصور بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے خیال خام میں خالق سالار ہونا اور قادر و رہنما بنانا اس کے عقیدتی اساس مغرب کے سواد و سرس کو نہیں سمجھتا۔ ہمارے عصری تعمیر یافتہ طبقے پر اس کو براہ تقلید نے ایجاد و کیمیا کے وہ مشرق کے کارناموں اور فضل و کمال کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے اور دیگر یونانی فلسفہ کا ذکر صرف اس بنا پر کرتے ہیں کہ یونانی فلسفہ، مغرب کے استاد اول ہیں نصف مغرب، یونان کا رہنما بنتے ہے۔ اور حکمائے اسلام کے ذکر سے امتناع اور حرج کرتے ہیں ان کو مسلم فلسفہ کے ذکر سے شرم آتی ہے جو یونانی فلسفہ کے زہر ہاہر بلکہ فلسفہ و منطق میں اعلیٰ مقام اور انفرادیت کے حامل تھے، اہل مغرب کی جیسا عقیدتی جس نے فلسفہ یونان کی تردید اور جوابات سے اس کی عظمت انشان عبادت کو مستزحل کر دیا اور امام رازکی جس نے فلسفہ کا فلسفہ توڑ کر رکھا وہ اور مولانا جلال الدین رومی، ابن خلدون اور دیگر علماء و صلحین کی طرف انتساب کو بولگ ماضی کی طرف پلٹنا اور رجعت فکری سمجھتے ہیں لیکن ان حکمائے اسلام سے حدوں قبل یونانی فلسفہ اور یونیورسٹی وغیرہ کی طرف نسبت کو یہ ترقی اور ترقی و دستاویز سمجھتے ہیں۔

اور سب سے زیادہ افسوسناک اور جرت انگیز بات یہ ہے کہ تحقیق و ریسرچ کرنے والے مسلمان اسلامیات کے سلسلے میں مستشرقین پر اعتماد کرتے ہیں اور اسلامیات کے ماہرین مستشرقین کا تشریحات اور تصنیفات ان کے لئے ترجیح اور ماخذ ہوتی ہیں اور ان کی علمی تاویلات و توجیحات کے اندر ان مصنفین کی زہر افشانی کو محسوس نہیں کرتے اور ان کے علمی جذبات، سیاسی اغراض اور سماجی کے ساتھ ان کے حقد و عداوت اور تعصب سے اعماق کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے سرکرہ بعد از اللہ کے زمانہ عروج میں یورپ اسی عالمی اور تہذیبی تازہ دہرے سے گزر رہا تھا اس وقت وہاں کسائی، استاد و حام تھا اور کئی خزانے کئی تالوں میں بند تھے مسلمانوں

کے علمی مزاج اور مگر حیرت و فراخ دلی نے ان علوم کو عام کیا۔ اور بسوا اور اندس کے عہد انحطاط سے یورپ میں پیدا ہوئی یورپ نے مسلمانوں سے تہذیب و ثقافت لی اور حکمائے اسلام ابن سینا و فارابی سے فلسفہ و منطق سیکھا مغربی فلاسفہ حکمائے اسلام کے خزان نور سے استفادہ کرنے والے ہیں لیکن یورپ اپنے عقائد قومی غرور اور اسلام دشمنی کی بنا پر مسلمانوں کا منت کش نہ ہوا مغرب کے دل میں اس کی بے ادبیاں روز اول سے ہی چلی جیسے جنگوں کی وجہ سے اسلام دشمنی کے شرار سے روشن تھے، یورپ نے مسلمانوں سے علوم حاصل کرنے کے وقت بھی خود کو مسلمانوں کا ممنون کر م نہیں سمجھا اور یہ تقلید اتباع کے لئے تیار ہوا۔ یورپ کا دل مسلمانوں کی طرف سے کبھی صاف نہیں رہا اس کی دماغی صلاحیت مسلمانوں کے خلاف ہرگز نہیں چلی روح کو تمدن و تہذیب چھوڑ دیا سست اور علم و فن کی گرم بازاری میں مسلمانوں سے منافس و مسابقت ترقی کے جذبات نے سرگرم عمل رکھا، اور وہ تدریجاً آگے بڑھتے رہے بالآخر اپنی علمی مہارت و کمال کے ذریعہ بدلتی ہوئی انسانی حیات اور انسانی طبیعت کے مطابق نئے نئے نظریات اور تصورات قائم کئے اور اپنی نظریات و فلسفات کے ذریعہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے اپنا شخص نظر انداز نہ کیا اور نہ اپنی مذہبی انفرادیت بلکہ طبیعت اس علمی و ثقافتی استفادہ کے باوجود کم ہونے دی جو مستشرقین کی کتابوں اور تحقیقات سے ظاہر ہے۔

اس طرح مغرب، بہت کم وقت میں شاگردی و خوردگی کے دور سے لہندی و دستاویزی کے دور کو پہنچ گیا اور آج کے مسلمان جنھوں نے عصری علوم حاصل کئے مغربی دانشوروں کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا اور بطور اسلامی میں یونیورسٹیاں اور دارالعلوم قائم کئے علمی و فکری میدان میں روز افزون ترقی کرتے رہے لیکن ان مراحل سے گزر کر ترقی کے اس طویل ترین عبور کی دور کے بعد آجک وہ مغرب سے علیحدہ نہ ہو سکے وہ نقل و تقلید کا طوق ڈالے رہے اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کے لئے اور ابتکار و اختراع کے لئے خود

بنا کر ترقی دے۔ انسانی شرافت و عزت اور آزادی کے حصول اور اسلامی شخص کے باقی رکھنے اور سماجیت کے مقابلے کے لئے یہی بہتر اور صحیح راستہ ہے اس طرح عصری علوم اور سائنسی تحقیقات، انکشافات و ترقیات کے ذریعہ تھوڑے ہی عرصہ میں مغربی سائنسوں

کلیتہ الشریعت

کے ماہانہ مجلس مذاکرہ اور تقسیم انعامات

کلیتہ الشریعتہ و اصول الدین کی چھٹی ماہانہ مجلس مذاکرہ بروز جمعرات ۳ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ، زیر صدارت مولانا برہان الدین صاحب (صدر شعبہ تفسیر) جمالیہ ہال میں منعقد ہوئی۔

تعلیمی اوقات کے بعد تقریباً ۱۱ بجے جلسہ کا آغاز ہوا، فضیلت دوم کے طالب علم عبدالباری ندوی نے تلاوت کی اس کے بعد مولانا محمد رفیع صاحب ندوی (صدر شعبہ ادب عربی) نے "مذکرہ کے مقامات مقدسہ، سیرت کی روشنی میں" کے موضوع پر ایک وسیع مقالہ پیش کیا۔

مقالہ موضوع کے مطابق نہایت جامع اور مفید تھا، آپ نے اس میں ان مقدس مقامات کی تعین کی جن کا ذکر حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آیا ہے، اور اس طرح سے بعض مقامات کی تعین کی جن کا ذکر حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آیا ہے، اور اس طرح سے بعض مقامات کی تعین کی جو علماء کا اختلاف ہے اس کی طرف بھی اشارہ کیا، اس موضوع پر مقالہ نگار کی کئی تصانیف موجود ہیں مثلاً جغرافیہ، جزیرہ العرب الحج اور حجاز، حج، مقامات مقدسہ، اس طور پر ان کو اس موضوع سے خاص مناسبت ہے اور وہ اس موضوع پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

مقالہ کے بعد سوالات و جوابات کا سلسلہ شروع ہوا جس میں کلیتہ الشریعت کے طلباء نے حصہ لیا، مقالہ نگار نے سوالوں کا کافی و دشانی جواب دیا۔ آخر میں صدر شعبہ مولانا برہان الدین صاحب کی مختصر تقریر و تبصرہ پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد کلیتہ الشریعت کی طرف سے تفسیری مقابلہ میں حصہ لینے والے طلبہ کو انعامات تقسیم کئے گئے۔

- مقابلہ دو قسم کا تھا تحریری۔ تقریری
- انعام یافتہ طلبہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں:
- طبقة دوم جس میں عالیہ ثالثہ اور عالیہ رابعہ کے درجات شامل تھے۔
- اول: احمد نبی زمرم عالیہ رابعہ شریعہ
- دوم: شہاب الدین " " " "
- سوم: بہار الدین " ثالثہ " " "
- چہارم: محمد ایوب کشمیری " " " "
- طبقة سوم جس میں عالیہ اولی اور عالیہ ثانیہ کے درجات شامل تھے۔
- اول: فضل الرحمن دوم: قرآن احمد سوم: عبدالرحمن
- چہارم: عبدالحمید فاضلی پنجم: محمد کمال اختر

منی آرڈر کوپن پر پتہ صاف اور خوش خط لکھیں نیز خریداری حوالہ نمبر ضرور تحریر کریں۔

مدوۃ العلماء کا تعلیمی و علمی کام ۱۹۰۲ء میں

رپورٹ مجلس انتظامیہ

۱۳۲۰ھ
۱۹۳۰ء

ازناظم مدوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

الحمد لله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ۔

حضرات ارکان مجلس انتظامیہ مدوۃ العلماء!

ہم آپ پورے ایک سال کے بعد یہاں جمع ہو رہے ہیں۔ اس ایک سال کی مدت میں مدوۃ العلماء نے بحیثیت ایک تحریک و دعوت اور ایک فکر و خیال کے نہ صرف اپنی افادیت و ضرورت کا ثبوت دیا ہے بلکہ کسی حد تک اپنی سرگرمی و توجہ کا بھی، اس کی آواز اپنے عربی، اردو رسائل و مجلات اور مطبوعات و نشریات کے ذریعہ نہ صرف ہندوستان کے دور دراز گوشوں میں بلکہ عالم اسلام اور عالمک اسلام کے دور دراز حصوں میں بھی پہنچ گئے اس فکر و خیال کی جامعیت، توازن و اعتدال اور حقیقت پسندی کا اعتراف بہت سے تعلیمی مرکز اور ممتاز اہل فکر، اکثر زبان حال سے اور کبھی کبھی زبان قائل سے بھی کرتے رہتے ہیں۔ گزشتہ شوال ۱۳۲۹ھ (جولائی ۱۹۱۰ء) میں الجوزا کے مشہور تاریخی شہر تھمان میں امور مذہبی کی وزارت کی طرف سے اعلیٰ سطح کا بین الاقوامی سمینار "ملتقى المفکر الاسلامی" منعقد ہوا جس میں ممالک اسلامیہ اور بلاد عربیہ کے چیدہ اور برگزیدہ اہل فکر، ماہرین تعلیم اور مسلم تاملین جمع ہوئے۔ اس کے ایک اجلاس میں ایک بڑے عجب ناضل و زعم اور فکر و مصنف نے سربراہ اجلاس یہ کہا کہ مذہب و علم نے روز اول سے "خذ ما صفا و دع ما کدر" کا جو اصول اپنایا ہے اور جس پر اس کے نصاب اور دعوت کی فکر سہی ہے وہی بہترین اور اس زمانہ کا قابل عمل اصول ہے۔ "گذشتہ ستمبر ۱۹۱۰ء میں راقم کا سفر جامعہ نظلیہ کو لہو کے باقی الحاج مولانا صاحب اور جامعہ کے دانشور جاسنجر اکبر محمود شکر کی دعوت پر تقسیم اسناد کے جلسہ میں شرکت کے لئے سری لنکا کا

ہوا۔ عالی جناب محمد ظفر کے (جو جمہوریت کے ایک بڑے تاجر ہیں) ذاتی عطیہ سے جس کی مقدار پچاس لاکھ ہے، "برود الا" (کولمبو) میں ایک دینی جامعہ کا قیام عمل میں آیا ہے جس کی ترقی، وسعت اور قبولیت کے آثار کھلے طریقہ پر نظر آئے جامعہ کے بانی اور اس کے موجودہ دانشور جاسنجر کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ اس جامعہ کے قیام کا خیال اور اس کی پرزور تحریک مدوۃ العلماء ہی سے شائع ہونے والے بعض رسائل کو پڑھ کر ہوئی جن میں یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ جدید نسل کو ذہنی اور تہذیبی ارتداد سے بچانے کے لئے جو ایک طوفان کی طرح عالم اسلام میں اٹھ کھڑا ہوا ہے اور اس نے اس کے تعلیمی بائبلہ اور مسلم معاشرے میں اپنی سرگرمیوں سے پیدا کی ہیں اور مسلمان خاندانوں کے ذہنی اور تعلیمی بائبلہ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کو تشنگ و ارباب حتی کہ کفر و الحاد سے آنا سنا کر دیا ہے کہ ان کا دین کے بنیادی عقائد و حقائق پر ایمان متزلزل ہو چکا ہے اور ان میں سے ایک بڑی تعداد اسلام اور کفر کے سرحدی خطہ (LINE OF DEMARCHATION) کو پار کر چکے ہیں اور اسلام کے حلقوں میں دوبارہ لانے کے لئے ایک ایسے جامع نصاب اور طریقہ تعلیمی ضرورت ہے جو اسلام کی حقانیت اور ابدیت اور عصر حاضر میں اس کی صلاحیت و افادیت پر اعتماد بحال کرے اور ایمان و عقیدہ کی بنیاد کو مستحکم کرے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جامعہ نے دارالعلوم ہی کے نصاب و نظام کو اپنے لئے نمونہ اور میار بنایا ہے۔ دارالعلوم میں ادبیات اسلامیہ پر گزشتہ ہوا تھا اور جس میں خاص طور پر عربی میں اسلامی عقائد کو نمایاں کرنے اور اس کو صالح انراض و دعوتی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنانے کی دعوت دی گئی تھی، اس کی حد تک بازگشت ممالک عربیہ کے مؤثر اور عظیم

جدید تقاضوں اور ضروریات کے مطابق اور اس اصول پر مرتب کیا جائے کہ نصاب تعلیم ایک ذی نوا اور ذی حیات ترقی پذیر نظام ہے جو ہر زمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے اور اس کی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ خاص طور پر ایک ایسی تحریک جس کی بنیاد ہی حقیقت پسندی، اصلاح و ترقی اور ضرورت کی تبدیلی پر ہو، اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کر سکتی اور اس کے لئے وقت و توجہ اور کمال مندی اور حقائق سے چشم پوشی کا کسی طرح جواز نہیں، اس کے لئے اس کی بھی ضرورت ہے کہ مدوۃ العلماء کی اصلاح نصاب کی دعوت جو اس کے بنیادی مقاصد میں ہے، فعال و سرگرم اور زندہ و متحرک رہے۔ اس کا سب سے مؤثر اور خانوشی ذریعہ تو نصابی کتابوں کی ترمیم و بہت سی ترمیم نصابی کتابوں کا جو اپنی افادیت کھول چکی ہیں، بدل دیا جائے، دوسرے لٹریچر، خطبات، دوروں اور جلسوں کے ذریعہ وقتاً فوقتاً اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنے رہنے اور اصلاح نصاب اور اصلاح طریقہ تعلیم کی آواز بلند کرنے رہنے کی ضرورت ہے۔

حضرات! مدوۃ العلماء کے عظیم المرتبت بانیوں کی بڑی روشن فہمی اور بالغ نظری تھی کہ انھوں نے ترقی و تعلیم دینی، اصلاح نصاب اور تقدیر الصالح و الجدیدہ انتفاع کے جمع کرنے اور ملت کی عہد انقلاب میں فکری و علمی قیادت کی صلاحیت رکھنے والے طلبہ کے پیدا کرنے کی اصولی دعوت پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے عملی تجربے اور اس کا نمونہ پیش کرنے کے لئے دارالعلوم قائم کیا۔ یہ تاریخی تجربہ کہ جن تحریکوں نے کئی ایسے نظریات اور اصول کی تبلیغ و اشاعت پر اکتفا کیا اور اس کے لئے انھوں نے کسی تجزیہ گاہ اور عمل کی بنیاد نہیں رکھی وہ کچھ عرصہ کے بعد اپنے لٹریچر اور اپنے بانیوں کی تدریج و سوانح میں محدود ہو کر رہ گئیں، انھوں نے فکر و جذبات کی سطح پر جو توجہات پیدا کئے تھے وہ مرزومہ زمانہ سے محو ہو کر رہ گئے، اس سلسلہ میں سید جمال الدین افغانی کی تحریک کا نام بیانا کافی ہو گا جس نے عالم اسلام بالخصوص مصر کی جدید نسل پر گہرے اثرات ڈالے، لیکن ایک مستقل ادارہ اور تربیت گاہ نہ ہونے کی وجہ سے علمی تجربہ اور علم پر مشہور رہا کہ جس کا سرکار کا علم و ذہن اور عربی زبان و ادب کا نصاب

ترتیب کرنے والا اور عالم اسلام کے لئے داعی و مبلغ پیدا کرنے والا ہیں۔ یہاں پر وہ اپنے اس مرکز دارالعلوم نے نہ صرف یہ کہ اپنا وجود برقرار رکھا بلکہ اس نے ندوۃ العلماء کی دعوت کو بھی زندہ رکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ندوۃ العلماء کی دعوت اس کے دارالعلوم سے ہی وابستہ اور زندہ ہے اور آئندہ اس کی اشاعت اور مقبولیت کے وسیع تر امکانات ہمیں سے نورا ہوں گے۔ دارالعلوم نے اس ایک سال میں اپنی ملازموں، شعبوں اور طلباء کی تعداد میں نمایاں طور پر ترقی کی ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ طلباء کی موجودہ تعداد جو دارالعلوم کے حافظہ کے اندر موجود درجہ تیس زیر تعلیم ہے، تیرہ سو سے لگ بھگ ہے اس کے ساتھ اگر ملحقہ مکاتب شہر کو شامل کر لیا جائے تو یہ تعداد دو ہزار سے بھی اوپر پہنچ جاتی ہے۔ تعلیمی شعبوں کے ٹرے جانے اور طلبہ کی کثرت کے پیش نظر دارالعلوم کو دو بڑے شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے ایک "کلیۃ الشریعہ و اصول الدین" دوسرے "کلیۃ اللغۃ العربیۃ و الآداب"۔ الحمد للہ دونوں شعبے اپنی اپنی جگہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر رہے ہیں۔ کلیۃ الشریعہ نے بہتر تعلیمی و ذہنی و علمی نتائج ظاہر کرنے کے لئے اور تعلیمی کام کو زیادہ موثر اور مفید بنانے کے لئے ایسے متعدد پروگرام رکھے ہیں جن میں طلبہ کو اساتذہ کے مطالعہ اور تجربہ اور وسعت نظر سے فائدہ اٹھانے اور اپنی محنت و مطالعہ اور ذہنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع مل رہا ہے اور وہ مستقبل میں تدریسی، تصنیفی و تحقیقی کام کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ کلیۃ اللغۃ العربیۃ نے اپنے شعبہ سے تعلق رکھنے والے مختلف النوع کاموں کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اس نے چند ماہ قبل (فروری ۱۹۷۷ء) میں دارالمنصفین اعظم گڑھ میں منعقد ہونے والے "اسلام اور مستقبل" کے بین الاقوامی سیمینار کے انعقاد میں مختلف جنبیوں سے سرگرم تعاون کیا اور اپنے شعبہ کے اساتذہ اور طلباء کی فہم مشامی، سلیقہ مندی، صلاحیت کار اور ایسے ادارے سے جس کو ندوۃ العلماء ہی کے بائو اور نفعی سے فائدہ حاصل کیا تھا اور جس میں شروع سے اپنے علوم، تعلق اور تعاون و اشتراک کا

پورا ثبوت دیا۔ یہ کلیۃ اللغۃ العربیۃ زبان و ادب عربی کے بلند معیار تعلیم و تربیت کا کام انجام دینے کے ساتھ ساتھ خود بخود و فکر اسلامی کے کاموں کو بھی انجام دے رہا ہے۔ اس سلسلہ میں گزشتہ دو تین سال کے اندر عالم عربی کے متعدد ممتاز فضلا کے توسیعی خطبات کا سلسلہ قائم رہا۔ اس سال بھی، اس سلسلہ کے بعض مفید پروگرام پیش ہیں۔

المعهد العالي للدراسة والعلم الاسلامی جس کو بائیسان ندوۃ العلماء کی فکر و نظر اور ان کی آرزوں اور تمناؤں کا بہترین مظہر اور ان کے خوبصورت کئی شعبہ سمجھا جاتا ہے، گزشتہ سال سے وجود میں آگیا ہے، جس کے چار شعبے فی الحال تجویز کئے گئے ہیں: ۱۔ مالک عربیہ اور مشرق وسطیٰ میں علمی و فکری طور پر (عربی زبان میں) دینی و ایمانی دعوت۔ ۲۔ مذاہب کا تقابلی مطالعہ، بالخصوص عیسائیت کا (جو اسلام کے اصل دمقابل رہی ہے اور ہے) علمی احتیاج و جائزہ۔ ۳۔ شعبہ حکمت ولی الہی۔ ۴۔ اصلاحی و تجدیدی تحریکات اور اسلامی علوم و فنون کی خدمت و ترقی اور تعلیم و تشریح میں ہندوستانی علماء کا حصہ۔ اس سلسلہ کا تعارفی رسالہ "آب حضرت کی خدمت میں الگ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ میری ناچیز رائے میں اگر یہ مفید اپنے چاروں شعبوں کے ساتھ کام کرنے لگے تو یہ نہ صرف ندوۃ العلماء کے دائرہ کار کی حد تک بلکہ اس حتمی بزرگ علم، اور میں جرات اور خدا پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ موجودہ دور کا ایک اہم انقلابی کام ہوگا۔ اور اس سے اگر خدا کی مدد شامل حال رہی، وہ فضلہ تیار ہو سکیں گے جن کے پیدا ہونے کا خواب نہ صرف ندوۃ العلماء کے بائو، حضرت مولانا سید محمد علی موگیل اور ان کے مخلص عظیم المرتبت، رفقا اور غلامہ شہابی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی نے دکھا، بلکہ جن کا تخیل امام حسن بنا نہیں اور علامہ عبد الحمید بن بادیس وغیرہ نے پیش کیا۔ انیسویں ہے کہ ابھی اس مفید کے دو شعبوں (مذاہب کا تقابلی مطالعہ اور حکمت ولی الہی) پر اساتذہ تیار نہیں ہو سکے ہیں اور آخری دو شعبوں "مالک عربیہ میں عربی زبان میں دینی و ایمانی دعوت اور اسلامی علوم و فنون میں طلبہ کے ہندو

پرا الحمد للہ ہمارے کچھ اساتذہ تیار ہیں۔ پہلے کام کا آغاز کر دیا گیا ہے اور الحمد للہ اس کے ان طلبہ میں جنہوں نے یہ مضمون اختیار کیا ہے، نیا جذبہ اور ذوق و شوق پیدا ہو رہا ہے، اور اس میں ترقی و کامیابی کے اور بھی روشن امکانات ہیں۔ یہاں تک ہم امید کرتے ہیں کہ دو سے عرب مالک سے بھی نوجوان اس مضمون میں یقین مطابق، بجز نظر اور بہتر صلاحیت پیدا کرنے کے لئے آئیں گے اور اگر توفیق الہی نے دستگیری کی تو اس شعبہ کے فضلا ان مالک عربیہ میں دین کی صحیح تشریح و تفہیم حقائق دینی کے اجاگر کرنے اور ان اخراجات اور فنون اور مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں گے جو فکر کی طبیعت یعنی انتہا پسندانہ اور یک رخ مزاج اور تحریکات کے اثر، ذہنی و سیاسی رد عمل اور مشرق وسطیٰ کے خاص حالات نے پیدا کر دیے ہیں۔

آخر میں دارالعلوم کے چند تعمیری و توسیعی پہلوؤں کی طرف اشارہ کر دیتا ہوں۔ سبھتا ہوں جن کو آپ حضرات نے بطور خود بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ ۱۔ دارالعلوم کی مسجد کی توسیع جو قبلہ رخ شروع کی گئی تھی، وہ اب الحمد للہ مکمل ہو چکی ہے اور اس کی وجہ سے پانچ صفیں اصل مسجد میں اور پانچ صفیں اس کے تہ خانہ (BASEMENT) میں مزید بڑھ گئی ہیں اور اس کی وجہ سے طلباء کی تعداد میں جو اضافہ ہوا ہے اور جس کی آئندہ توقع ہے اس کی وجہ سے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کے ساتھ دیکھنے والوں کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ کوئی جوڑ لگا یا گیا ہے یا بیوقوفانہ کام سے کام لیا گیا ہے۔ ۲۔ کتب خانہ کی نئی سہولت عمارت اب الحمد للہ اس قابل ہو گئی ہے کہ اس میں ندوۃ العلماء کا عظیم کتب خانہ (جو ایک لاکھ کتابوں پر مشتمل ہے) منتقل کیا جاسکے۔ اس کے لئے تیار کیا گیا شروع کر دی گئی ہیں اور لاٹری بری کے فن کے بعض ماہرین اور عمل تجربہ رکھنے والے اصحاب کا مشورہ اور رہنمائی حاصل کرنے کا انتظام کیا گیا ہے کتب خانہ کے ساتھ اس عمارت میں اور بھی بعض ضروری شعبوں کے لئے گنجائش نکال آئے گی۔

اس کے علاوہ روحانی کا دو منزلہ بازو بھی بن کر تیار ہو گیا ہے، روحانی اظہار کے سچے اساتذہ کے آگے گوارا بھی تیار

ہیں اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی عمارت بھی زیر تعمیر ہے۔ اسپتال کی عمارت بھی (جس کا نام دارالاستراحت رکھا گیا ہے) مکمل ہو چکی ہے۔ ارکان استغاثی اور دفقائے گرامی کو یہ خوش خبری سنانے کی سعادت نصیب حاصل کرنا چوں کہ عالم عربی کے بعض باوقوف مسلمانوں نے لکھنؤ میں جامع مسجد کی تعمیر کی ذمہ داری ندوۃ العلماء کے سپرد کی ہے اور اس سلسلے میں اس کے سربراہوں اور کارکنوں پر مکمل اعتماد کیا ہے اگر ایسا ہوا تو اس تاریخی، دینی، علمی شہر کی جس نے کسی زمانہ میں پورے دور کی تعلیمی فہارت کی ہے) ایک ایسی اہم ضرورت پوری ہو جائیگی جو صدیوں سے تشنگی آ رہی تھی۔ اس شہر نے ندوۃ العلماء کو اپنی انوش میں جگہ دے کر اور میزبانی کے فرائض انجام دے کر جو احسان کیا ہے اور اس سے اس کا ندوۃ العلماء پر جو حق قائم ہو گیا ہے اس کی ادائیگی کی یہ بہترین صورت ہوگی۔

دعا فرمائیے کہ ندوۃ العلماء کے کارکنوں کو اس بارے میں کامیاب اور سرخرو ہونے کا موقع نصیب ہو، اور یہ کام باحسن وجہ پایہ تکمیل کو پہنچے۔

بقیہ ص ۹



الاستاذ ابو بکر القادری المرآتشی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں مسجد کی بنیاد پڑنے کے دن ہی سے اسلام کی دعوت و تبلیغ کا صحیح مرکز مسجد بنی ہے، مسجد میں تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں ایسے مراکز انوار دیے ہیں جن سے گم کردہ راہ روشن حاصل کرتے رہے ہیں، عہد نبوی میں مسجد کا قیام و تعمیر صرف اس نرض کے لئے مخصوص نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اطاعت و عبادت کیلئے بلکہ مسجد کو اس کے ساتھ ہی دینی مدرسہ اور تربیت گاہ کا درجہ بھی حاصل تھا، جہاں سے بڑے بڑے علماء، صالحین اور مشرکین و داعیان اسلام پیدا ہوئے، حسن بصری، سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، ابو جہیم، امام وقت اس دینی درس گاہ کے تربیت یافتہ تھے، مسجد ہی میں مسلمان اپنے ہندوئی مسائل پر گفتگو و صلاح و مشورہ بھی کیا کرتے تھے، اور اسلامی معاشرے میں دعوت اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے لاکھ عمل مرتب کرتے تھے اور ان اسلامی اعمال و خصائل حسد کی توسیع و تبلیغ کی بھی فکر کرتے تھے جن سے ایک صادق کامل مسلمان کو مزین ہونا چاہیے۔ اگر عہد نبوی سے لے کر عہد جدید تک کی اسلامی تاریخ کا سرسری جائزہ بھی لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی معاشرے کی اصلاح و تربیت اور اس کے اخلاقی، دینی اور اجتماعی مبادی کو بلند کرنے اور ایک مثالی معاشرہ بنانے میں ساجد کار کردار سے زیادہ اور اہم رہا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان و تقویٰ پر جس مسجد کی بنیاد رکھی تھی اس کو صحابہ کرام نے دینی و ایمانی، تعلیمی و تنظیمی اور ثقافتی تربیت گاہ کا مفاد بھی عطا فرمایا تھا، لہذا مسجد نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام کو قرآن و حدیث کی تعلیمات دیتے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے تھے، ان کے نظریاتی و اجتماعی مسائل و

معاملات حل کرتے اور ان کی ظاہری و باطنی اصلاح کرتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد حلقہ بنا کر بیٹھے اور اللہ سے دنیا و آخرت کے مسائل سے متعلق سوالات کرتے تھے اور حضور پاک ﷺ کی تفصیل و فہارت کے ساتھ جوابات مرحمت فرماتے جبکہ حضرت صحابہ غرہ سے سنکر اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتے تھے جس سے ان کے قلوب و دماغ نور و ایمان سے معمور ہو گئے اور ان کی روحانی و نفسانی تطہیر و اصلاح ہو گئی اور انہوں نے اپنی شرافت و کرامت کا عملی نمونہ پیش کر دکھا یا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیرت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے مسجد ہی کو اپنے دینی دنیاوی و سماشی و اقتصادی، اجتماعی و سیاسی اور جنگی امور کا مرکز بنا لیا، یہی وجہ ہے کہ ہر ایک عروج و ارتقاء کے دور میں مساجد نے زندگی کے ہر میدان میں خصوصی رول ادا کیا ہے، لہذا جب بھی کوئی نیا ملک یا شہر فتح ہوتا تو صحابہ کرام سب سے پہلے وہاں مسجد کی بنیاد رکھتے تھے اور اس کو اپنی زندگی کا محور اور تمام امور و معاملات کے لئے مشورہ گاہ اور مرکز قرار دیتے تھے، وہیں سے رشد و ہدایت کی شعاعیں پھوٹتیں، تعلیم و تربیت اور عدل، انصاف کے چستے اُٹتے اور مختلف سیاسی و اقتصادی و اجتماعی مسائل حل ہوتے تھے۔

اسلام نے مسلمانوں کو وحدت و اجتماعیت کی لڑائی میں بروئے اور ان کے درمیان اخوت و محبت کے تعلقات استوار کرنے پر خاص توجہ دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "واعصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتمہ اعداءً فالقہ بین قلوبکم فاصبحتم بھمتہم اخواناً" (آل عمران) یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے پر زور دیا ہے اور خاص طور پر جموعہ وعیدین کے موقع پر باجماعت عبادت کرنا واجب قرار دیا ہے۔

تاکہ ہر مسلمان اپنے آپ کو جماعت کا ایک فرد تصور کرے اور جماعت کے کام کو اپنا کام سمجھے کیونکہ اسلام ہر مسلم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ تنہا اپنی ذات کے لئے زندگی بسر کرنے کے بجائے اپنے دینی بھائیوں کی فلاح و بہبود اور اصلاح و تربیت کی فکر بھی رکھے اور دین کی دعوت و تبلیغ، جو کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کی مذہبی ذمہ داری ہے، بھی کرتا رہے، اور دوسروں کو سیرت صحیحہ رہا بنائے اور برائی و گمراہی سے بچانے کی کوشش کرے کیونکہ یہی مسلمانوں کی شان و مرتبہ ہے ارشاد خداوندی ہے:

ولا لاصفر علی اسود الا بالتقویٰ اتقاد و اتقانی اور مساوات کے آسانی تنصوت عن المشکر و تومنون باللہ ظلام اقبال نے کئے حسین پر ہے میں اس روحانی اور دلکش منظر کی عکاسی کی ہے۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے تو دو بلاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز مگر انیسویں صدی مسجد میں جہاں کبھی اللہ رسول کی جلالت و عظمت کا گھر بنا ہوتا تھا جہاں سے اللہ بکر کی صدا گونج کر گئی تھی، جہاں سے رشد و ہدایت کی شعاعیں پھوٹتیں، ایمان و یقین کے چستے اُٹتے تھے، عدل و انصاف اور مساوات و محبت کے نورے بلند ہوتے تھے۔ فال اللہ و قال الرسول کی مخلص جاکر تھی، جو کبھی اسلامی عظمت و شہرت کا مظہر اور لوہی وحدت و مساوات کا مرکز تھی، جہاں ایک مسلمان اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا تھا اپنے بھائیوں سے قریب ہوتا تھا اور جہاں ایمان میں یکجہلی اور روح میں تازگی پیدا ہوتی تھی، اور وہی مسجدیں جو کبھی اسلامی سیاست کی پارلیمنٹ اور دفعتاً اسلام کا قہر شاہی تھیں جہاں بیٹھ کر وہ وفاداری اور شام و آفریقہ پر حکومت کیا کرتے تھے جہاں رات دن تسبیح و تلاوت کے پروانوں کا جھرمٹ رہتا تھا اور وہ عبادت گاہ تھی سے دامن مراد بھرتے تھے۔ آج وہی مسجدیں ویران ویران اس زبان حال سے مسلمانوں کی زبوں حالی اور ان کے مردہ دل کا شکوہ (تعمیرات لکھنؤ)

خاص قوم پرست کے نقطہ نظر سے ایک بڑی سیاسی غلطی کہنا چاہیے صرف ایک شریکی حکم (قصاص) اور دینی اصول (مساوات) کے قائم رکھنے کی خاطر ان کو جیل جیسے بائبر والی ریاست اور عساکر جیسے طاقتور قبیلہ کی امداد سے دست بردار ہونا پڑا مگر انھوں نے اس کے لئے اصول میں کوئی تبدیلی نہیں کی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جیل سے نزار درجہ بڑھ کر خانہ تہذیب فرما کر اسلام کے حلقہ پوش ہوئے، عساکر سے نزار درجہ بڑھ گیا ہے۔ اسلام کے اثر میں اور شریعت اسلامی میں کوئی تحریف نہیں ہو سکتی۔

حضرت علیؓ کو کوئی سیاسی مصلحت اور فوجی مفاد ایک ایسے نظام حکومت سے تباہ کر سکتے ہیں اور ان کے اعتقاد و اصول کے خلاف تھا۔ ابھی نصف صدی پہلے جب مغربی تہذیب اور مغربی انکار ہندوستان میں مقبول نہیں ہوئے تھے، ہندوستان کے مسلمانوں کا کیریکچر اتنا مضبوط تھا کہ اعلیٰ قسم کے دینداروں کے علاوہ متوسط درجہ کے بااصول اور وضع اور خزانہ بھی چھوٹا لٹنا اپنے ضمیر اور اعتقاد کے خلاف کوئی کام نہ کرنا یا کچھ کفر سے کم نہیں سمجھتے تھے اور جتنے بزرگ دغالب مولوی رضی اللہ عنہما (صاحب مشہور کتب) کے چنگ سے میں ماخوذ تھے بلکہ باجج ان کا تہذیب تھا اس نے ہزاروں کوشش کی کہ ایک مرتبہ مولوی صاحب اپنی زبان سے جرم کا انکار کر دیں تو ان کو صاف رکی کو دنگا لیکن انھوں نے آخر وقت تک جھوٹ بولنے اور اپنے ضمیر و اعتقاد کے خلاف کچھ کہنے سے انکار کیا اور سزائے موت قبول کی۔

مولانا محبوب علی صاحب دہلوی نے مشہور کے چنگ سے میں عام علماء کے مسلک سے کچھ اختلاف کیا بعد میں انگریزوں نے ۹ گاؤں صلہ میں دینے چاہے مگر انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ یہ میرا اجتہاد تھا میں نے کسی مصلحت سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ یہ سبکدوش ہزاروں میں دو شاہیں

تھیں شریف خانہ افغانوں اور شہزادہ کی بیٹیوں میں جا کر پوچھے تو اس قسم کی بہت سی شاہیں آپ سیں گے۔

سیرت کی صلاحت، اخلاق کی استقامت اور اصول کی پابندی کی ان شاہوں کا مقابلہ اس زمانے کی بے اصولیوں اور اخلاقی کمزوریوں میں نظر آ رہا ہے اور روز بروز مصلحت کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ یہ مسلمانوں کی زندگی کا وہ تاریک پہلو ہے جس کو دیکھ کر ایک عاقل مسلمان کا دل خون ہوتا ہے وہ اس تلخ زوال پر مجبور ہو جاتا ہے جو اس کے لئے اور بڑھنے والوں کے لئے کوئی خوشگوار چیز نہیں۔

اخلاق و سیرت اس امت کے نظام جسم میں قلب کا درجہ رکھتے ہیں لوگ نومذہب و فرہر جسم کو دیکھ کر اس جسم کی صحت و طاقت کا حکم لگا دیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ قلب کس قدر کمزور اور ماؤن ہے اور کس طرح بندرج اس کی حرکت بند ہو رہی ہے مسلمانوں کی ترقی کا اندازہ مردم شماری کے اعداد ان کے فوجی جوش، فطامی تنظیم اور کارکردگی کے تناسب سے لگانا بالکل غلط ہے۔ ایک بااصول دنیا کے لئے ایک بنیاد رکھنے والی اور اخلاق و سیرت میں دنیا کی تمام قوموں کے لئے معیار بننے والی امت کی پائش کا ہرگز یہ صحیح بیانیہ نہیں ضرورت ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ اخلاقی وادھان جو زندگی کے صحیح معیار ہیں اور جن سے اس امت کا تشخص و اختیار ہے وہ رو بہ انحطاط ہیں یا رو بہ ترقی، اور اس کا اندازہ سرکاری کاغذات سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مسلمانوں کی عام زندگی اور ان کے اقوال و افعال سے ہو سکتا ہے بقول اکبر مرحوم ہے

نفسوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے عالمگیر اور اصولی حریف سے عقلت:

(۲) قدیم ترین زمانے سے دنیا میں دو مقابل دعوتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک پوری نفس اور انسان کی کمال آزادی اور غیر ذمہ داری کی دعوت (اگرچہ اس میں ہدایا قسم کی غلامیاں شامل ہیں) دوسرے انسان کی عبدیت، اس کی خدا کے سامنے ذمہ داری و جوابدہی اور دینی تعلیمات و تعلیمات کے پیروی کی دعوت، پہلی دعوت کا نام اسلام کی وسیع اصطلاح میں جاہلیت اور دوسری دعوت خود اسلام کی ہے۔ ان دونوں دعوتوں کی دنیا کی مختلف جماعتیں اور قومیں اپنے اپنے وقت میں طبعاً و عیناً سارے تیرہ سو برس سے دوسری دعوت (اسلام) کی امامت قیامت تک کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کے نام لکھ دی گئی اور پہلی دعوت کی قیادت وقتاً فوقتاً دنیا کی مختلف قومیں اور تہذیبیں کرتی رہیں یہاں تک کہ تقریباً دو سو برس سے تقریباً اسی کے قیادت و امامت کا فیصلہ یورپ کی عیسائی قوموں کے حق میں کیا اس وقت سے سبھی (لیکن دراصل ہادی) یورپ نے جاہلیت کی عالمگیر نمائندگی اور ایسی طاقت و اسلحہ کے ساتھ اس کی قیادت کی کہ اس سے صدیوں پہلے سے ہمارے علم میں کسی قوم نے نہیں کی تھی۔ طبعی طور پر زندگی کے ہر شعبے اور تمدن دنیا کے تقریباً ہر میدان میں ان دونوں مقابل دعوتوں اور قوموں کے نمائندوں اور علمبرداروں کا تصادم پیش آیا لیکن مختلف علمی ذہنیں اور سیاسی اسباب کی بنا پر جن کی وضاحت بہت تفصیل طلب ہے دوسری دعوت (اسلام) کے نمائندوں نے محض اپنی کمزوریوں کی بنا پر یورپ کے مقابل میں شکست کھا لی ان کے اعلیٰ درجہ کے سرسبز اور اہم ممالک ان کے ہاتھوں سے نکل کر یورپین قوموں کے قبضے میں چلے گئے ان کا عالمگیر سیاسی اقتدار ختم ہو گیا سمندر اور خشکی پر سے ان کا تعلق اٹھ گیا، ان کی بین الاقوامی ساکھ جاتی رہی اور دنیا کے ہر حصے میں اور خود اپنے ممالک میں بڑی قسم کی غلامی اور قوی زلت کا سانحہ بنا پڑا پھر رفتہ رفتہ ان کے دماغ بھی مفتوح اور غلام ہونے لگے، مغربی تہذیب نے اسلامی تہذیب پر حملہ کیا مسلمانوں کی فوجی اوصاف اور اخلاقی حماسہ جو ان کی سلطنتوں اور شاہدات ملکوں سے زیادہ جین قیمت تھے ایک ایک کر کے مٹانے شروع کئے اور ان کی جگہ بری انسانی فیوض اور اخلاقی کمزوریاں، جو بت پرست یونان و روم اور تاریک یورپ اور متحد نشاۃ ثانیہ سے اس کے حصے میں آئی تھیں ان پر مسلط کر دیں پھر انھوں نے مغربیوں کے دین و ایمان پر حملے شروع کئے ان کی دینی تعلیمات اور ان کے اصول و احکام شریعت کا استہزاء کیا ان کو بسا اوقات تبلیث پرست اور بعض اوقات طغی و دہلیز بنا کر کی کوشش کی اور ان میں خود بڑی تعداد میں ایک ایسی بااثر جماعت پیدا کر دی جو ان کے

ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ان کو دنیا کے ہر حصہ میں یورپین تہذیب اور یورپین طاقت کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے تھا کہ وہ دنیا میں جاہلیت کی علمبردار ہے اور اس کی قوت کی وجہ سے دعوت الہی کو فروغ نہیں ہوتا ان کی نگاہ میں دنیا کا سب سے اہم مسئلہ یہاں مالگیر مسئلہ ہونا چاہیے تھا اور ہر مسئلہ اس مرکزی مسئلہ کا جز ہونا چاہیے۔ ان کو ہر ملک میں اپنے کو دعوت اسلام کا مالگیر نمائندہ سمجھنا چاہیے تھا اور ہر ملکی قومی سیاسی مسئلہ پر اسی نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیے تھا اور وہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے تھا جو اس مالگیر دعوت کے نمائندوں کے نمایاں شان ہے اور ان کو کوئی ایسا موقف اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے اس مالگیر حریف اور اس جاہلی تحریک و دعوت کو کسی قسم کی تقویت و امداد حاصل ہو، خواہ محدود و ملکی مسائل اور وطنی و قومی مصالح کا تقاضا کچھ ہو، ان کو کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے اس نظام کی طرف ان کا میلان اور اس کے علمبرداروں کے ساتھ ان کا اتحاد اور محبت ظاہر ہو۔

ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ان کو دنیا کے ہر حصہ میں یورپین تہذیب اور یورپین طاقت کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے تھا کہ وہ دنیا میں جاہلیت کی علمبردار ہے اور اس کی قوت کی وجہ سے دعوت الہی کو فروغ نہیں ہوتا ان کی نگاہ میں دنیا کا سب سے اہم مسئلہ یہاں مالگیر مسئلہ ہونا چاہیے تھا اور ہر مسئلہ اس مرکزی مسئلہ کا جز ہونا چاہیے۔ ان کو ہر ملک میں اپنے کو دعوت اسلام کا مالگیر نمائندہ سمجھنا چاہیے تھا اور ہر ملکی قومی سیاسی مسئلہ پر اسی نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیے تھا اور وہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے تھا جو اس مالگیر دعوت کے نمائندوں کے نمایاں شان ہے اور ان کو کوئی ایسا موقف اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے اس مالگیر حریف اور اس جاہلی تحریک و دعوت کو کسی قسم کی تقویت و امداد حاصل ہو، خواہ محدود و ملکی مسائل اور وطنی و قومی مصالح کا تقاضا کچھ ہو، ان کو کوئی ایسا طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے اس نظام کی طرف ان کا میلان اور اس کے علمبرداروں کے ساتھ ان کا اتحاد اور محبت ظاہر ہو۔

یا ایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلذفون الیہم بالمودۃ وکفر وہا ہما وکم من الحق ۵ یخرفون الرسول وایانکم ان تو منوا باللہ ویکلمکم انتم خیر من حیثا دانی سبیلی وابتغوا مرضاتی تسرون الیہم بالمودۃ ق وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم وامن بفعلم منکم فقد ضل سوا السبیل ان یتفقو کم لیکفوا لکم اعداء و یسطوا الیکم ایدیہم ولسنتہم بالسوء وددوا لکم کفرونا ۵ (متمم)

(اے ایمان لانے والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ جنم ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو اور دوستی کا اظہار کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے اس کے منکر ہیں اور رسول اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے دروگاہ اللہ پر ایمان لائے ہو جلا وطن کرتے ہیں، اگر تم میرے راستے پر چھاؤ گے تو میرے منکر ہیں اور میری رضا مندی کی طلب میں لنگھتے ہو ان سے تمہیں دوستی نہ رکھنی چاہیے۔ تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرنے ہو حالانکہ تمہیں ان سب چیزوں کا اچھی طرح علم ہے جو تم جھپٹا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا۔ اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو وہ کھل کر تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ تمہیں یورپین اور زبان درازی کرنے لگیں وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ تم کا زہر پوری ایک تار بن جائے پس اسے سانسوں میں احساس کڑی پیدا کیا، مغرب کا باعزم تقویٰ ذہن برقامت کیا، اس کا پورا نظام نہایت خوش نما اور آراستہ کر کے دکھا یا۔ پھر اس کی محبت کو قلب و دماغ کی گہرائی میں اس طرح اتار دیا کہ تعلیم یافتہ مسلمان

اسرا ایہم والذین معہ اذ قالوا لقمقمہ انا برآء منکم و معا تعبدون من دون اللہ کفرونا بلکہ وابدائینا وبعینکم العداۃ و البعضاء ابدالاً حتی تو منوا باللہ وحدہ۔

(تمہارے لئے ابراہیم اور جولوگ ان کے ساتھ تھے ان میں عمدہ نمونہ ہے جب انھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ تم تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو پتھر ہیں، ہم تمہارے شکر ہیں اور ہم میں تم میں عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ)

کتنی عجیب بات ہے کہ اہل کفر کو تو اس فرق و اختلاف کا احساس ہو، اور اپنے دین و مسلک کے لئے محبت و فرقت زیادہ ہو اور وہ اپنے مخالفین سے بھی اتحاد و موالات کے لئے تیار نہ ہوں مگر اہل ایمان ذرا سی مصلحت سے ان کے ساتھ موالات کرنے لگیں اس فرق کو بھی قرآن نے بیان کیا ہے:

ہا انتم اولاء تمیونہم ولا یجیونکم۔

(ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ ان سے تمہیں مصلحت ہے کہ یورپ کو نصیب نہ دے سوزوں کرنے کی کوشش کی جائے اور چونکہ مسلمان ہی دنیا کے اخلاقی اور صلاح و فساد کے ذمہ دار ہیں اور وہی دنیا کے محاسب ہیں اس لئے یورپ کو اس منصب سے بٹانا تمہارا ہی کار فرما ہے اور یہ مسلمانوں ہی کا منصب ہے کہ یورپ کو سزا دے اور داری کے مقام سے شاکر دنیا کی زمام قیادت خود سنبھالیں۔ لیکن انھوں نے اس نقطہ نظر سے غور ہی نہیں کرتے اور ان کو اپنی صحیح حیثیت یاد ہی نہیں وہ یورپ کو پورے طور پر بے نقاب ہونے کے بعد بھی پہچان نہیں سکتے ان کی نظراب بھی محدود اور کوتاہ ہے اور وہ قومی غفلتوں اور محدود و جغرافیائی مسائل میں اس عالم گیر ضرورت کو سمجھنے سے ہوتے ہیں اور وہ بہتر سے فرصت ضائع کر رہے ہیں جو تاریخ میں صدیوں میں پیش آئی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلذفون الیہم بالمودۃ وکفر وہا ہما وکم من الحق ۵ یخرفون الرسول وایانکم ان تو منوا باللہ ویکلمکم انتم خیر من حیثا دانی سبیلی وابتغوا مرضاتی تسرون الیہم بالمودۃ ق وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم وامن بفعلم منکم فقد ضل سوا السبیل ان یتفقو کم لیکفوا لکم اعداء و یسطوا الیکم ایدیہم ولسنتہم بالسوء وددوا لکم کفرونا ۵ (متمم)

(اے ایمان لانے والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ جنم ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو اور دوستی کا اظہار کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے اس کے منکر ہیں اور رسول اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے دروگاہ اللہ پر ایمان لائے ہو جلا وطن کرتے ہیں، اگر تم میرے راستے پر چھاؤ گے تو میرے منکر ہیں اور میری رضا مندی کی طلب میں لنگھتے ہو ان سے تمہیں دوستی نہ رکھنی چاہیے۔ تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرنے ہو حالانکہ تمہیں ان سب چیزوں کا اچھی طرح علم ہے جو تم جھپٹا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا۔ اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو وہ کھل کر تمہارے دشمن ہو جائیں اور تمہاری طرف برائی کے ساتھ تمہیں یورپین اور زبان درازی کرنے لگیں وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ تم کا زہر پوری ایک تار بن جائے پس اسے سانسوں میں احساس کڑی پیدا کیا، مغرب کا باعزم تقویٰ ذہن برقامت کیا، اس کا پورا نظام نہایت خوش نما اور آراستہ کر کے دکھا یا۔ پھر اس کی محبت کو قلب و دماغ کی گہرائی میں اس طرح اتار دیا کہ تعلیم یافتہ مسلمان

اسرا ایہم والذین معہ اذ قالوا لقمقمہ انا برآء منکم و معا تعبدون من دون اللہ کفرونا بلکہ وابدائینا وبعینکم العداۃ و البعضاء ابدالاً حتی تو منوا باللہ وحدہ۔

(تمہارے لئے ابراہیم اور جولوگ ان کے ساتھ تھے ان میں عمدہ نمونہ ہے جب انھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ تم تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو پتھر ہیں، ہم تمہارے شکر ہیں اور ہم میں تم میں عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ)

کتنی عجیب بات ہے کہ اہل کفر کو تو اس فرق و اختلاف کا احساس ہو، اور اپنے دین و مسلک کے لئے محبت و فرقت زیادہ ہو اور وہ اپنے مخالفین سے بھی اتحاد و موالات کے لئے تیار نہ ہوں مگر اہل ایمان ذرا سی مصلحت سے ان کے ساتھ موالات کرنے لگیں اس فرق کو بھی قرآن نے بیان کیا ہے:

ہا انتم اولاء تمیونہم ولا یجیونکم۔

(ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ ان سے تمہیں مصلحت ہے کہ یورپ کو نصیب نہ دے سوزوں کرنے کی کوشش کی جائے اور چونکہ مسلمان ہی دنیا کے اخلاقی اور صلاح و فساد کے ذمہ دار ہیں اور وہی دنیا کے محاسب ہیں اس لئے یورپ کو اس منصب سے بٹانا تمہارا ہی کار فرما ہے اور یہ مسلمانوں ہی کا منصب ہے کہ یورپ کو سزا دے اور داری کے مقام سے شاکر دنیا کی زمام قیادت خود سنبھالیں۔ لیکن انھوں نے اس نقطہ نظر سے غور ہی نہیں کرتے اور ان کو اپنی صحیح حیثیت یاد ہی نہیں وہ یورپ کو پورے طور پر بے نقاب ہونے کے بعد بھی پہچان نہیں سکتے ان کی نظراب بھی محدود اور کوتاہ ہے اور وہ قومی غفلتوں اور محدود و جغرافیائی مسائل میں اس عالم گیر ضرورت کو سمجھنے سے ہوتے ہیں اور وہ بہتر سے فرصت ضائع کر رہے ہیں جو تاریخ میں صدیوں میں پیش آئی ہے۔



منظر وہ قرار ہو جاتا ہے، بخالی مافات میں حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں شامل ہیں۔ فرائض کی ادائیگی میں جو کوتاہیاں ہوتی ہیں، ان کے ادا کرنے کا عزم بیکہ اس کو شروع کر دیا جائے۔ حقوق العباد میں جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ برآدی جانتا ہے۔ ہر شخص اپنے کو چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو سکے گا، اپنا حصہ کرے۔ اس کی تفصیل یوں کی جائے کہ کسی شخص کے کچھ روپے باقی ہیں۔ مفروضہ نا چند ہے بار بار تقاضے اور دوسرے محرکات اس پر اثر انداز نہیں ہوتے، بلکہ اسے خیال آتا ہے کہ قرض کی ادائیگی کو ضروری ہے۔ وہ جا کر عاجزی و انکساری سے اپنی نادہلیا کا اقرار کرتا ہے اور توبہ ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ قرض دینے والا مفروضہ کہ ان جہلوں سے یقیناً خوش ہوگا اور اس کی تھوڑی تھوڑی ادائیگی کو غنیمت جانتا ہے گا اور مر جانے کی شکل میں اسے صاف کرے گا، جب انسانوں کا یہ حال ہے تو خدا اسے بزرگ و برتر جو اہم الراضین ہے اس کے بارے میں تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ اگرچہ غلطی ان کے بارے میں ہوتی ہے جو زندہ نہیں ہیں تو اس کا تامل اس کے نام صدقات و خیرات سے کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا پان پوری نے مزید فرمایا کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے، جس کا بار بار وعدہ کیا گیا ہے، لیکن رحمت کے حاصل کرنے کے لئے جہل خود اپنی بنائی بڑے گی جو اعمال کی ہوگی، اور یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ جہلوں میں ہم اللہ کی رحمت لینا چاہتے ہیں اس کے نیچے والے حصے میں کہیں شکاف نہیں ہے۔ اگر اعمال کی جہلوں میں ریاکاری، تکبر، بد اعمالی، خداستیزی کا شکاف ہے تو اس میں اخلاص، تواضع، نیک اعمال اور خدا کے خوف کا پیوند لگانا ہوگا۔ اعمال کی جہلوں میں جس میں ہم اللہ کی رحمت لینا چاہتے ہیں چاہے جتنے جتنے لگ جائیں اللہ کفو ہوں گے۔

سے ۴۰ دن نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کریں گے۔ اس کے لئے ہفت روزہ نماز کو اپنا لیں گے۔ فتنہ نماز باجماعت چھوڑنے کے لئے اور نہ امت کسی وقت خدا خواستہ جھوٹ جائے پر اللہ تعالیٰ کو نہ امت بہت پسند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے آپ کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریں گے۔ اللہ کا خوف آخرت کا تصور، عذاب فر کا خیال۔ یہ بائیس ہمیشہ پیش نظر رہیں گی۔ ہمارے زبان و قلم سے انشاء اللہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے گی۔ اگر ان باتوں پر ہم نے عمل کر لیا تو اجتماع کی شرکت کا میاں رہی۔ اگر خدا خواستہ عمل نہ ہو سکا تو بے کار روئے ہی ضائع کئے۔ دھکے بھی کھائے اور حاصل کچھ ہی نہیں ہوا۔

آخر میں حضرت جی نے بڑے دلور و دلدادہ انداز میں ڈھانکی۔ وہ عین پورا مجمع جو بھی گیا تقاضا لوگ شریک ہوئے۔ میرے ارد گرد ایسے بھی تھے جو دور دور سے دور رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ان سوؤں کے طفیل میں ہم کو بھی نیک بنے۔ نیک رہنے اور نیک بنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

عارف باللہ سید سلیمان ندوی کے تین اشعار امید کفار میں کرام پر لگانا ظاہر نہ ہوں گے بلکہ اپنی اصلاح کے لئے مسلمان ثابت ہوں گے۔

ہم ایسے رہے یاں کہ ویسے رہے وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے حیات دوروزہ کا کیا عیش و مزہ سفر کا بھی کیسا جیسے جیسے رہے یہ اسباب ہیں دست قدرت میں یوں قلم دست کاتب جس جیسے رہے

بقیہ ص: ۲۳

حوالہ: لباس کے بارے میں نہایت مطہرہ کا یہ حکم ہے کہ ہر وہ لباس جو ساتر ہو اپنا ایک نہ ہو جس میں اندک کاسہ نظر آئے اور ڈھیلا ڈھالا ہو، اتنا جسٹ نہ ہو کہ اعضایہ کی ساخت ظاہر ہو کسی دوسری قوم کا شعار نہ ہو اس کا استعمال کرنا درست ہے۔



ندوہ کیا ہے

ضیاء اللہ علی ندوی

(دارالعلوم ندوۃ العلماء میں منقہ ہونے والے ایک جلیل شاعر و متفقہ ۱۳ دسمبر ۱۹۵۳ء میں پڑھا گیا)

آہ وہ دور کہ جب ہند پتھے ہم حاکم عدل و انصاف سے تھی اپنی حکومت قائم غیر بھی ہم کو سمجھتے رہے عادل دائم اپنی فیاضی میں تھے ان کے لئے ہم حاکم ہائے یہ دور کہ محتاج و پریشاں ہیں ہم چند پیسوں پہ فروشنده ایماں ہیں ہم ہائے وہ دور کہ وحدت تھی ہماری شہور سامنے عالم میں شجاعت تھی ہماری شہور علمی دنیا میں لیاقت تھی ہماری شہور آہ یہ دور کہ الفت کا نشان ہم میں نہیں دینی خوداری و عظمت کا نشان ہم میں نہیں ان کا کیا ذکر کہ جن میں نہیں کچھ بھی تہذیب ذکر ان کا ہے کریں گے جو ہماری مادی یعنی علمائے بھی باقی نہیں کوئی ترتیب کرتے ہیں پرے میں قیام کے دینی تہذیب رہنماؤں کا ہے یہ حال خدا خیر کرے قوم کی قوم ہے پامال خدا خیر کرے عین اس حال میں اک اور یہ آفت آئی جانب غرب سے تہذیب کی لعنت آئی ذوق علی کے عوض ہم میں جہالت آئی شیعہ توحید بھی کفر کی ظلمت آئی یعنی الحاد نے برباد کیا ایماں کو کفر معبود پہ تیار کیا انسان کو عارضی اس کی چمک لوگوں کو اتنی بھائی ایک مخلوق کی مخلوق ادھر کھنچ آئی نذر ایماں کیا دولت دنیا پائی اپنی اس دین فروشی پہ بہت اترائی ڈوب کر بحر ضلالت میں وہ سب بھول گئی خالق ارض کا بھی پاس ادب بھول گئی بھر بھی جن لوگوں کی سینوں میں ہے توحید کا نور ہے یقین ان کو کہ وہ وقت بھی ایک کافر ہوگی اللہ کہ جب عام ہدایت منظور دین کے حفظ پر کرنے کا کسی کو معذور فتح حق ہوگی اسی وقت زمانے پہ عیاں اور ہو جائے گی باطل کی حقیقت عسریاں الغرض غیرت حق میں ہوئی جنبش پیدا اور کچھ لوگوں کو ایماں نے تیار کیا تاکہ اسلام کی ہوان کے ذریعے بقا نام مٹ جانے سے فساد و شر کا ندوۃ العلماء انھیں لوگوں کی مجلس کا ہے نام لے ضیاء ان کی مساعی سے ہے باطل ناکام

انسانی زندگی پر عقیدہ آخرت کے اثرات

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی

عقیدہ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے اس کے بغیر اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور نہ مستحکم ہو سکتا ہے اسلامی کردار کی تشکیل عقیدہ آخرت سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صفا پر چڑھ کر اسلام کا اعلان کیا تو اس میں عقیدہ آخرت کی دعوت دی اور اس کی تشریح فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ حساب لے گا اور اعمال کے مطابق ہر انسان کو جزا یا سزا ملے گی۔

دنیا کے بعد یا جنت ہے یا جہنم ہے اسی عقیدہ پر ایک مسلمان کی زندگی ڈھلتی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر جنت اور جہنم لاکھ دوڑوں میری نگاہوں کے سامنے کروئے جائیں تب بھی خدا کی قسم میرے ایمان میں ذرہ برابر افتادہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ بغیر دیکھے ہوئے ان کو ایمان کا مل نصیب تھا۔ اللہ اکبر! یہ ہے ایمان کی عظمت، اسی بنا پر امت نے ان کو صدیق اکبر کے لقب سے نوازا ہے نہ صرف یہ کہ آنحضرت کی پہلے تصدیق کی بلکہ ان کا یقین اعلیٰ درجہ کا تھا۔

قرآن مجید میں عقیدہ آخرت پر بار بار نذر دیا گیا ہے۔ یہاں چند آیات ملاحظہ ہوں:

اللہ خالق اللکتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ دمارزقنا ہم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیہ وما انزل من قبلک وبالآخرة ہم یدعونک اولئک علی ہدی من ربهم و لیسوا اولئک ہم المفلحون (بقرہ)

یہ کتاب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ ہدایت ہے پر ہر کاروں کے لئے۔ وہ لوگ جو یقین رکھیں خدا پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو رزق ہم نے ان کو عطا کیا ہے وہ خرچ

کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہ لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔) حدیثوں میں صحابہ کرام کی زندگیوں کے جو نقشے نظر آتے ہیں ان سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کے اوپر آخرت کا فکر غالب تھا۔ وہ ہر مسئلہ میں یہ سوچتے تھے کہ آخرت میں اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے ان کی زندگیاں آخرت کے رنگ سے منور تھیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک امراہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا ہے کہ اگر ہم اللہ کی راہ میں مارے گئے تو کیا ہم جنت میں جائیں گے؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! اس نے کھجوریں چینیک دیں اور جہاد میں اسی وقت شریک ہو گیا اور اللہ کی راہ میں شہادت پائی یقین کی یہی کیفیت تھی جس نے اسلام کو قرن اول میں سارے عالم میں غالب بنا دیا، جس نے موت کو نگاہوں میں حقیق کر دیا اور جس نے یقین کے دروازے کھول دیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اگر کسی پاس ایسے افراد ہیں جن کو زندگی کے مقابلہ میں موت زیادہ عزیز ہے۔ یہ اللہ کے بندے را تو ان کو عبادت کرتے تھے اور دن کو گھوڑوں کی بیچ پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں اس کیفیت کی ملاحظہ فرمائیے:

مکمل کون مکان میں سحر و شام پیر سے توحید کو لے کر صفت جام پیر کوہ میں دشت ہے لے کر زینا پیر اور مسلم ہے تھو کو کبھی ناکام پیر دشت تو دشت میں رہا بھی بچھڑے ہم بڑھلائی میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے حضرت حبیب کو جب کفار کہنے بھانسی کے تخت پر لٹکا دیا تو انھوں نے بڑے جوش و خروش سے یہ شعر پڑھا ہے

لا ابالی حین اقبل مسلما علی اسی جنب کان فی اللہ مصرحی (دیکھئے کوئی پرواہ نہیں اگر میں مسلما ہونے کی حالت میں قتل کر دیا جاؤں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو میں مروں گا۔)

جہاد بغیر آخرت کے عقیدہ کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی روح دراصل عقیدہ آخرت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آخرت کا نظام بنا کر تمام انسانوں کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ اس عالم میں ایک ظالم شخص اچھا ہے اور لاکھوں انسانوں کو ختم کر دیتا ہے، فرعون نے نبی اسرائیل کے معصوم بچوں کو مارا، ہٹلر نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا، لیٹن اسٹائن اور روسیوں نے لاکھوں مسلمانوں کو مار ڈالا۔ ایسے ظالم انسانوں کی سزا کے لئے ضرور کا ہے ایک ایسا عالم ہو جو لگتا ہو جو ان کے لاشخای جرم کا بدلہ جو سکے۔ اسی طرح جن نفوس قدسہ نے لاشخای کو طبرسمولی نفع ہو گیا ان کو بدلہ دینے کے لئے ایک ابدی عالم درکار ہے تاکہ ان کی عظمت کے حساب سے ان کو بدلہ مل سکے، جیسے انبیاء علیہم السلام، اولیاء اللہ اور صالحین امم اسلامیہ جن کے ذمہ لاکھوں انسانوں نے بدایت پائی ان کے بدلہ کے لئے ایک عالم لاشخای درکار ہے۔

یہ ایک معقول بات ہے کہ ہم جو کچھ ایمان اعمال کرتے ہیں ان کا ہم سے حساب لیا جائے انسان کا سب سے بڑا دشمن خود انسان ہے لہذا اس کا نا انصافیوں کا حساب ضرور ہے۔ اس دراصل میں جو حسن عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کو اس کا بدلہ ملنا چاہیے اور جو بد اعمالی کا شکار ہیں ان کو اس کی سزا ملنی ضرور ہے۔

عقل طور پر زندہ انسان زندگی کا وہی نظر آتا ہے اور دل سے چاہتا ہے کہ زیادہ دنوں تک اس زندگی سے متعلق ہو خواہیں بقا و خلود انسان کی طبیعت خواہیں انتقال ہو جائے براہی کے اجاب و اعراض کا

کی یاد کا زکا نام کرتے ہیں اور غرض نہیں اس کی موت کی بنا ہی اور انتقال نصیب کرتے ہیں، نہ یہی لوگ تو کسی ذمہ کسی شکل میں حیات بعد الممات کے فائل ہیں مگر دھڑکا بھی مردوں سے تعلق کی کوئی شکل اختیار کرتے ہیں خلتا مقررہ بنا نا، جہول چڑھانا یا قبر کی زیارت کرنا حق کی یقین کا جھنڈا ہے اس طرح آجنگ اسیرت میں رکھا ہوا ہے، یہ ایک انسانی خواہش ہے کہ وہ میت سے اپنا تعلق باطل منقطع نہ کرے۔

یہی کیفیت ہے جو عقیدہ یقین میں مصر لوں سے محسوس کی۔ انھوں نے فریاد کیا لاشوں کو جا دہ بنا دیا اور سالانہ گزارا اہرم جیسی مستحکم و مضبوط عمارت بنا کر ان کے لئے ایک پورا سا عالم تخلیق کر دیا۔ یہ شخص حیات جا دوان کی خواہش تھی۔ فرعون کی عمل سوانح قری کچھ کر اور ان کے ساتھ پورا سا زمانہ ان کے ان کی لاش کو مسالہ سے محفوظ کر دیا چنانچہ فرعون کی لاش کی لاش اہرم میں محفوظ ہے۔

یہود اور آخرت کا تصور

یہ حال یہ خواہش قدیم ہے اور ہر انسان میں موجود ہے۔ قدیم دور کے بعد آخرت کا تصور انبیاء علیہم السلام کے ماں بنا ہے۔ ان میں موسیٰ علیہ السلام کے مذہب، عیسیٰ علیہ السلام کے دین، اور دین اسلامی میں آخرت کا تصور صحت و صحت ہے۔

شہور یہودی عالم دل ڈور انٹ توریٹ کی محنت میں شکر کا اظہار کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہودوں کی خواہشات سے اس آسمانی کتاب میں میت کچھ تبدیل کر دیا اور انھوں نے اپنی تاریخ کا بڑا حصہ اسی میں شامل کر دیا ہے چنانچہ ان کی تاریخ کا مختلف ادوار کی وہ دستاویز ہیں جو کہ کھنڈے کا سب سے بڑا لوگ "یہود" کی عبادت کے جائزے دوسروں کی عبادت کرنے لگے۔ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کاہنوں اور حاکموں نے جو جاگ بجا کے یہودوں کے خدا کے بیانات لوگوں کو پہنچائے جائیں، اسی سلسلہ میں انھوں نے انبیاء سے عبادت طلب کی۔ انہیں سزا میں گرفت سے تھے ان میں بعض جہول تھے پھر ان کاہنوں نے اپنے ورے کاوشاہ جو شیاہ کو کچھ اپنے ساتھ ملا کر جو شیاہ

لے سمران کی تقدیر بھی انھوں نے بغیر تہذیب کے کی۔

کی حکومت کا آٹھواں سال آیا تو ایک کاہن "علیقا" بادشاہ کی خدمت میں ایک عجیب دفتر پیش کیا اور اس نے کہا کہ یہ دفتر اس نے پہلے سلیمان سے پایا ہے اور اس میں موسیٰ علیہ السلام نے تمام تاریخی و اخلاقی مشکلات کے بارے میں فیصلے صادر کئے ہیں۔ مگر یہ فیصلے اور احکامات کاہنوں اور نبیوں کے درمیان اختلافات کا باعث بن گئے۔ اس کے بعد یوشیا نے پہلے سلیمان پر لوگوں کو جمع کر کے ان کو اس جدید کتاب کے معنی سنائے گئے۔

کتاب میں علیقا کے نزدیک کاہن عزرا ظاہر ہوا۔ اس نے ایک کتاب صبح سے دوپہر تک لوگوں کو پڑھ کر سنائی، پھر اس کے دوست اس کتاب کو سات دن تک لوگوں کو پڑھ کر سناتے رہے۔ جب کتاب پڑھی جا چکی تب کاہنوں نے قسم کھائی کہ ان احکام کو یہودیوں کی شریعت میں اہمیت دی جائے گی۔ اس دور سے آج تک ان یہودیوں کی زندگی انھیں احکامات کے مطابق ہے ان کی بوری تاریخ، ان کی سرگردانی اور شفقت سب انھیں کتابوں کی دین ہے۔

دل ڈیورنٹ اس پر سوال کرتا ہے کہ یہ کتابیں کیسے لکھی گئیں؟ کب مکمل کی گئیں؟ اور کس نے لکھیں؟ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ اس سوال کے جواب میں ۵۰ ہزار جلدیں لکھی جا چکی ہیں مگر مذکورہ سوال کا جواب مکمل نہ ہو سکا۔

درحقیقت محمود اور کالاد مغرہ انھیں یہودی کاہنوں کے ذہن کی بیلاوار ہیں۔

دل ڈیورنٹ لکھتا ہے کہ یہودیوں کی شریعت میں کسی ایسی جہنم کا تصور نہیں ملتا جو گنہگاروں کی سزا کے لئے مخصوص ہو۔ البتہ ایک تصور "شیول" کا ہے یعنی آخر صبری زمین، جو زمین کے نیچے ہوگی اسی میں اچھے اور بُرے تمام مرنے والے دسے جائیں گے، مگر اس میں جہنم کی ہولناکیوں کا کچھ مذکور نہیں۔

پھر وہ لکھتا ہے کہ یہودیت کم حیات آخرت کا ذکر کرتے ہیں ان

کے مذہب میں حیات ابدی کے بارے میں کچھ وارد نہیں ہوا ہے۔ ان کا تو اب اور عقاب حیات دنیوی تک محدود ہے یہودیوں کے یہاں خلا کا تصور اس وقت پیدا ہوا جب زمین پر قیام حکومت سے ان کو مایوسی پیدا ہو گئی تھی۔ اس طرح یہ حقیقت ناخوشگوار ہے کہ حیات آخرت کا تصور یہودیوں کے یہاں ان کے یاس و توہینت کا آئینہ دار ہے۔

عیسائیت میں آخرت کا تصور:

عیسیٰ علیہ السلام نے آخرت، حیات و کتاب اور قیامت کے تصورات براہ راست پیش نہیں کئے اور نہ ان عقائد پر اپنی توجہ مرکوز کی بلکہ ان کی بعثت بنی اسرائیل کی طرف صرف اس بنا پر ہوئی کہ وہ گمراہ ہو چکے تھے ان کو راہ راست پر لانا تھا تاکہ ان کے اندر جو قساوت قلب، بغض و حسد اور انسانیت سے عداوت پیدا ہوئی تھی ان تمام رذائل اخلاق کو ان سے دور کریں اور ان کے اندر محبت اور رحمت اور اخوت کے جذبات پیدا کریں، اس لئے کہ بنی اسرائیل خدا کی وعدہ شدہ جنت و دوزخ اور قیامت و حساب سے واقف تھے لیکن ان کے اندر سے ان عقائد کی عظمت اور ان پر عمل ختم ہو چکا تھا اور دنیا ان پر چھائی تھی، توحیت میں انھوں نے تحریف کر دی تھی۔ بنی اسرائیل کے یہاں درحقیقت آخرت کا بورا تصور موجود تھا مگر انھوں نے اس کو فراموش کر رکھا تھا۔ مثال کے طور پر سو دینا ان کی شریعت میں حرام ہے مگر اس دنیا میں یہودیوں سے بڑا سود خوار کون ہو گا؟

عیسائیوں نے آخرت کے تصور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پھر ان کے والد اللہ تعالیٰ کا تعلق قائم کر کے غلط سمجھ کر دیا۔

مثلاً انجیل متی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ "میں شراب نہیں پیتا بھان تک کہ میں اس کو تمہارے ساتھ دوبارہ پیوں گا آسمان کی بادشاہت میں۔"

وہ مزید فرماتے ہیں کہ، "عقرب

تم لوگ گھاؤ پیو گے میرے والد کے دسترخوان پر۔"

وہ کہتے ہیں، "کتنے کسے اور کتنے مکانات ہیں میرے والد کے پاس!" چونکہ عیسائیت میں اللہ تعالیٰ معطل ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی مرضی سے کسی کو کچھ نہیں مل سکتا۔ یہ بات اناجیل میں صاف بتی گئی ہے بالکل اسی طرح ہندو ازم میں برہما دنیا کی تخلیق کرنے کے بعد معطل ہو گئے بلکہ ڈنڈو اور شیو اپنے اپنے میدان میں برسرِ عمل ہیں۔ وہ گئے یہود تو وہ اپنے کو خدا کا بیٹا اور اپنے آپ کو خدا کا برگزیدہ ٹھہرتے ہیں اور عام انسانوں سے کٹ گئے ہیں۔ ان کے نزدیک آخرت صرف ان کا ہے۔

درحقیقت اسلام نے آخرت، جنت، جہنم، قیامت، جزا اور سزا کا ایک متحول اور منظم تصور پیش کیا ہے۔ یہاں ہر چیز انسان کے عمل سے مطابقت رکھتی ہے۔ اسلام دنیا کو مزرع آخرت بنا کر پیش کرتا ہے اور اس کو دارالعمل اور امتحان گاہ قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید صاف کہتا ہے: "هو الذی خلق الموت والحیة لیلکو کما احسن عملا"

(وہ وہی ذات ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے کہ کون عمدہ عمل کرتا ہے۔)

عقیدہ، عمل اور آخرت میں جوئی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر یقین کر لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے گناہوں کے بدلے میں اپنا خون بہایا تو گویا اس دنیا میں گناہ کرنا کوئی برا عمل ذرا کہ جس کی ہم کو سزا آخرت میں ملے گی۔ حضرت عیسیٰ نے پہلے ہی سزا بھگت لی۔ پھر یہ خیر منطقی عقیدہ بھی ہے کہ گناہ کو کسے اور سزا کوئی دوسرا بھگتے۔ یہودیوں کا تصور انبار اللہ اور برگزیدگی میں بھی عمل کا پہلو کو نظر رکھنا ہے۔ ہندوؤں کے عقیدہ "تاسخ" جس کا تعلق درحقیقت عقیدہ آخرت سے ہے اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ ذات پات اسی کی دین ہے چنانچہ شکر اچاریہ پوری نے اعلان کر دیا تھا کہ "شورہ" درحقیقت اپنے پہلے جنم میں اعمال کی برائی کے باعث اس جنم میں مشر بن کر پیدا کئے گئے۔ اس عقیدہ کا تصور گیتا تک میں ملتا ہے کہ کرشن فرماتے ہیں کہ میں نے چار ذاتیں اعمال کے لحاظ سے پیدا کیں۔

جمعیتہ الاصلاح کی دوسری علمی و تاریخی نمائش

۲۰-۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۵-۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء

پچھلے شمارے میں اعلان کیا گیا تھا کہ نمائش کی تاریخ اور پروگرام کا اعلان کیا جائے گا۔ ہمیں بڑی خوشی و مسرت ہے کہ یہ علمی و تاریخی نمائش انتشار اللہ تین روز جاری رہے گی۔ نمائش کا افتتاح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے (نذوۃ العلماء) فرمایا ہے۔ ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء صبح دس بجے سے باقاعدہ کارروائی شروع ہو جائے گی۔

یہ علمی و تاریخی نمائش اپنی نوعیت کی بالکل منفرد نمائش ہوگی جسے طلبائے دارالعلوم نذوۃ العلماء نے تیار کیا ہے۔ علماء نذوۃ کی علمی و تصنیفی خدمات جمعیتہ الاصلاح کی ۲۸ سالہ تاریخ پر مبنی یہ علمی نمائش ہر حیثیت سے قابل دید ہوگی۔

ملک کے اہم علم مختلف موضوعات پر گرا نقدر قیمتی مقالات پیش کریں گے ہم آپ کو اس علمی و تاریخی نمائش میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔

والسلام

اراکین جمعیتہ الاصلاح دارالعلوم نذوۃ العلماء، لکھنؤ

عالم اسلام کی مشہور دانش کا

جامعہ ازہر

عالم اسلام کی مشہور اور قدیم ترین دانش کا جامعہ ازہر کو قائم ہوئے ایک ہزار سال پورے ہو گئے۔ عمارت کے دوسرے ہفتے میں ہزار سالہ جشن قاہرہ میں دھوم دھام سے منایا گیا جس میں عالم اسلام اور دوسرے ممالک کے علماء و ماہرین نے حصہ لیا۔

قاہرہ کی جامعہ ازہر دنیائے اسلام کی قدیم ترین درس گاہ ہے۔ اس علمی مرکز کی بنیاد جو تیسری صدی عیسوی میں فاطمی خلفاء کے زمانے میں رکھی گئی۔ ابتدا میں یہ اسلامی فقہ و دینیات کا مرکز تھا ایوانی فنانڈنگ کے عہد حکومت میں اسماعیلیت کے خلاف جو رد عمل ہوا اس سے اس کی روشنی کی مانند بھی پڑ گئی لیکن سلطان بیبرس کے عہد میں اس کی سرگرمیاں تازہ ہو گئیں اور یہ شیوں کا علمی مرکز بن گیا۔ ۱۹ویں صدی عیسوی میں عثمانی ترکوں کے عہد حکومت میں جب قاہرہ کی دوسری درس گاہیں قریب قریب ہو گئیں تو اس جامعہ کو ترقی کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے ایک ایسی درس گاہ کی حیثیت حاصل کر لی جہاں عربی زبان اور علوم دینیہ کی درس و تدریس قائم و جاری رہ سکتی تھی۔ ۲۰ویں صدی میں یہ جامعہ اتنی بڑی ہو گئی کہ اپنی مسجد کی حدود میں نہ سما سکتی تھی اس لئے اسلامی تعلیمات کی متعدد دوسری درس گاہوں کو اس سے ملتی کر لیا گیا اور اس میں بیوروکریسی کے درجے کی کلیات قائم کی گئیں اور مصر میں جا بجا ابتدائی اور ثانوی درجوں کے مدارس کھل گئے جو براہ راست اس سے تعلق ہیں ۱۹۵۳ء میں ان سب مدارس میں تیس ہزار طلبہ زیر تعلیم تھے جن میں ساڑھے چار ہزار غیر ملکی تھے اس کے علاوہ مصر کی باہر بعض درس گاہیں بھی ازہر کے دائرہ اثر کے اندر کام کرتی ہیں۔

جامعہ ازہر یا ازہر کی ازہر کی مسجد کی تعمیر کی اصل غایت مملکت مصر کے صدر مقام قاہرہ کے لئے ایک عبادت گاہ ہونا تھا مگر جامعہ فاطمی سید سالار جوہر الکاتب الصقلی ایک ایسا مستقل شہر بنانا چاہتا تھا جس میں اس کا آقا یعنی فاطمی خلیفہ ابو یوسف العزادین اللہ اپنے متوسلین اور ملازمین کے ساتھ سکونت اختیار کر سکے۔

اور حاس علمی پائشانے عبدالرحمن لکھنؤ کے مینار کو گرا کر اس کی جگہ ایک روان تعمیر کروایا یہ ایک نہایت وسیع عمارت ہے۔ ۱۹۱۹ء میں برطانیہ کے خلاف جو غروش ہوئی تھی اس میں بھی ازہر کے طلبہ نے حصہ لیا تھا ۱۹۳۵ء تک اس جامعہ میں طلباء کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ درس و تدریس کے لئے گروڈ نواح کی بعض مسجدوں سے بھی کام لینا پڑا۔ اعلیٰ تعلیم کے تین کلیات پہلی بار ۱۹۳۰ء میں قائم ہوئے تھے، تو اس کی عمارت میں مزید توسیع کی گئی ۱۹۳۶ء میں تین چار منزلہ اور ایک بڑی نئی عمارت تعمیر ہوئی جن میں ابتدائی اور ثانوی مدارج کی درس گاہیں اور ایک شفا خانہ اور ایک طبی درس گاہ قائم کی گئی۔ ۱۹۵۰ء میں مجلس عظمیٰ کے لئے اونچے مینار کی ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی، جس میں چار منزلہ طلبہ کے لئے کتب خانہ تھی۔ اس کے علاوہ کلیر قانون شریعت کے لئے ایک عمارت تعمیر کی گئی ۱۹۵۱ء میں عربی زبان کے کالج کے لئے علیحدہ نئی عمارت تعمیر ہوئی، صدر نامہ کے عہد حکومت میں غیر ملکی طلباء کے لئے ایک شہر جامعہ (یونیورسٹی) تعمیر کیا گیا۔ علاوہ ازہر

مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس مدراس میں ہوگا

جنرل سکریٹری آف آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے ملنے والی ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس مدراس میں ہوگا۔ اس سلسلہ میں مدراس کے معززین اور ذمہ داروں کی میٹنگ ہو چکی ہے اور استقبالیہ کمیٹی تشکیل دی جا چکی ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی نے استقبالیہ کمیٹی کے ذمہ داروں پر زور دیا ہے کہ اجلاس سے پہلے مسلم پرسنل لا بورڈ کا بنیادی لٹریچر مدراس کی مقامی زبان انگریزی اور تامل میں مستقل کر کے وہاں کی آبادی میں تقسیم کیا جائے، اور مسلم پرسنل لا کے مسائل سے وہاں کے لوگوں کو واقف کرایا جائے۔ خاص طور سے تحریر کے ذریعہ یہ بات ذہن نشین کرانی جائے کہ مسلم پرسنل لا کوئی علیحدہ قانون نہیں ہے بلکہ مکمل طور پر شریعت اسلامیہ کا تحفظ اور اس کی ترویج ہے۔

مدراس کے اجلاس بورڈ کے سلسلہ میں مولانا منت اللہ صاحب رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ مدراس کا یہ اجلاس خواہی شریعت اور مسلم پرسنل لا کے تحفظ کے سلسلہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور عین ممکن ہے کہ مدراس کے موقع اجلاس میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے ارکان کا جدید انتخاب بھی عمل میں آوے۔

اجلاس کی قطعی تاریخ کا اعلان مغربی مجلس استقبالیہ کے مشورہ سے کر دیا جائے گا۔

بقیہ ص: ۲

یہ لکھنؤ کا رہنے والا ہے۔ بہت نرم لہجہ میں گفتگو فرماتے اور ان کے عزیزوں یا مہمان عورتوں کے بچوں سے خوب مزاح فرماتے اور ان کو چھیڑتے رہتے۔

ایک بار حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو بعض اوقات چرتے کے پاس ہی بیٹھ کر جانتا تھا کہ ان کا کیا حال ہے اور وقت فریاد پائی یا کلمہ بھی خود اٹھا کر دیکھتا ہوں۔ کبھی اتفاق سے دسترخوان پر اگر باہی نہ ہوا تو بجائے کسی سے مانگنے کے خود ہی کھڑے کے پاس جا کر اس میں سے لٹل کر پانی پی لیتا ہوں۔ غرض کہ حاکم کی طرح کھڑے والوں سے سلوک نہیں کرتے بلکہ بہت بے تکلف ہنسا ہنسا بیٹھتی بیٹھتی بیٹھتے رہتے ہیں۔

حضرت والا بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی عام طور سے بہت تائید فرماتے اور جب سنے کو کوئی شہر اپنی بیوی کے ساتھ نشہ و ظلم، زیادتی کرتا ہے تو حضرت والا بہت کڑھتے اور فرماتے کہ عورتیں جہاں ہیں ہر طرح سے شہرہ کی کے رحم پر ہوتی ہیں سوائے شہرہ کے اور ان کا کوئی ہوتا ہے لہذا ہر حال میں جاکر بتاؤ گونا گونا چاہیے اور ہندوستان کی عورتیں تو علموانا اپنے شہر کی غذا لی ہوتی ہیں، ان کے اوپر نشہ و اور ظلم تو اور بھی بے رحمی ہے اور علموانا پاکدامن بھی ایسی ہوتی ہیں جیسے جنت کی عورتیں۔ مردوں میں تو شاید ہی کوئی ایسا ہوتا ہے جس نے عورت کو دیکھ کر دل میں کوئی وسوسہ شیطانی اپنے دل میں نہ لایا ہو اور شریف عورتیں قریب قریب سب ہی ایسی ہیں کہ ان کو کبھی ہر گز بھی کسی غیر مرد کی طرف کا وسوسہ شیطانی تک نہ آیا ہوگا۔

حضرت والا کو اپنی دونوں بیویوں کی راحت و عافیت کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ دونوں کی بیماریوں کے علاج کے لئے ہر قسم کی تکلیفیں اور اخراجات برداشت کر کے دور دور کے شہروں میں علاج کے لئے خود اپنے ہمراہ لے گئے اور بعض دفعہ اسپتالوں میں بھی ٹھہرا کر ان کا علاج کرایا اور خود باہر سے ان میں تیام فرمایا۔ ایک بار پہلی بیوی کے چھت پر سے گر جانے کی خبر سنیں جب کہ خود فوجی سٹیشن پر تھے تھے تو رات کو ہی اور شریفی پاکر ان کی تیار داری فرمائی جب سب ضروری

انتظامات کر چکے تھے وہاں اگر نماز فجر ادا کی۔ حضرت والا نے اس نماز پر کہ اپنے ہاتھ بھی بیویوں کی آسائش کی فکر سنت ہے، اپنے جدا اپنی دونوں بیویوں کی کفالت کے لئے وصیت بھی فرمائی۔

اسی طرح ایک مرتبہ سے جن کو نہ بیوی سے دیکھی تھی نہ بیوی کے حقوق ادا کرنے کی قدرت تھی یہ معلوم فرما کر کہ وہ اپنی بیوی کو غالباً اپنے ہٹے بھائی کے گھر پر چھوڑ گئے ہیں فرمایا کہ اسی حالت میں اسے جاری کو ملنے نہ رکھا جائے اس کا تصفیہ کر کے اور اس سے کسیوں کا حاصل کر کے آدھا چھوڑ جب وہ اس کو طلاق دے کر آئے اس وقت ان کی تعلیم و ترقی شروع کی۔

حضرت تھانوی نے تبلیغ اسلام کے لئے یورپ کے سفر کا ارادہ بھی کیا تھا حضرت کے ایک ہم وطن کسی کام کے سلسلہ میں یورپ گئے تھے ان کا نام بابو حبیب احمد تھا جب یہ صاحب نے یورپ میں اسلام کی تبلیغ کی اور کچھ انگریزوں کو مسلمان کیا ان انگریز مسلمان ہونے والوں میں ایک پروفیسر بھی تھے جن کا نام پراڈ ہے تھا۔ جب صاحب حضرت والا سے اپنے تبلیغ کے کام کے سلسلہ میں گریزوں کے جن سوالات کا جواب نہ دے سکتے تھے ان کے جوابات حضرت والا سے بڑی غور و حاصل کرتے تھے۔ اس انگریز عورت کا جب وہ حبیب احمد صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اسلامی نام رکھنے کے لئے حبیب احمد صاحب نے حضرت والا سے استفسار کیا تو حضرت نے اس پر اسے نام عورت کا نام برتہ جو توجہ کیا جس پر وہ عورت بہت خوش ہوئی اور شکر یہ لکھوا کر بھیج دیا۔ کچھ انگریزوں نے ہندوستان حضرت والا کے پاس حاضر ہونے کا اشتیاق ظاہر کیا اور لکھوا یا کہ ہمیں حاضر ہونے کا اشتیاق ہے مگر یہ اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں پردہ کی عادی نہیں وہ پابند ہو سکیں گی، شاہد آپ حضرات ناراض ہیں حضرت والا نے جواب لکھوا یا کہ تمہارا باقہ کا پردہ کی واجب نہیں بلکہ صرف ننگہ کے خیال سے نہیں کہ نکھو لو۔ اور آپ کی عورتوں کی طرف مہمان کے لوگوں کو رعب کی وجہ سے کسی تشریف آفرین خیال ہونا بعید ہے لہذا اس علت کے اٹھ جانے کے سبب آپ کی عورتوں کو اسل احاطہ مل سکتی ہے کہ پردہ میں نہ آئیں۔ بعد ازاں صاحب کے انتقال پر جانے کی وجہ سے حضرت والا کا سفر یورپ نہ ہو سکا۔

حضرت تھانوی کے ایک مرتبے نے لکھا کہ "بعض اوقات تو اپنے خیالات دوسروں کو بالکل کفر سے سمجھ کر سخت مایوسی اور یاس کے عالم میں ہوجاتا ہوں" حضرت والا نے جواب لکھا کہ اگر کیا وہ تو مصیبت بھی نہیں۔ ذرا اندیشہ نہ کریں دوسروں پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ اس میں ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ سے آدمی نزدیک ہوتا ہے اور شیطان اس راز سے ناواقف ہے۔ در نہ کہیں وسوسہ نہ ڈالے۔

ایک طالب اصلاح نے حضرت والا کو لکھا کہ میرے نفس میں بہت برائی ہے میں بار بار باریک باریک چوریوں میں سے نفس میں ہوں۔ روز میں ملات میرے نفس میں ہیں ان کی دوری چاہتا ہوں ان کے ہونے پر مجھے سخت غم ہے کہ یہ خرابیاں میرے نفس میں کیوں ہیں۔

حضرت والا نے جواب میں ان کی تسلی فرمائی اور کہا کہ کون ہے جس کے نفس میں خرابیاں نہیں ہیں، یہ تو جھوٹی بات ہے۔ ان کے ذہن میں کسی کو فکر ہی بیکار ہے کیونکہ یہ قدرت سے نزدیک کے نفس میں رکھی ہیں اور یہ جتنی ہیں یعنی انسان کے تجربہ میں ہیں اور جلت یعنی قدرتی بات بدلا

نعت شریف

عربستان کی سیرات نے دم توڑ دیا خود بخود ٹوٹ گیا سنگ پستی کا طلسم دیکھ کر آئینہ عظمت کردار رسولؐ مرحبا نکلت گیسوئے رسولؐ عربیؐ صحیف احمد مسل کی تجسلی پا کر تا گجا سایہ دامن سے رہوں گا محروم لے کے ایمان کے مشعل جو لٹھے شاہ عرب چکا فاراں کی بلندی سے وہ مہر توحید مرح صدیق و عمر الفت عثمانؓ و عسلی بول رسولؐ عربیؐ پر چم حق لے کے لٹھے جب ہوئی عزم براجیم سے تعمیر حرم پھیلیں جب نیز طیبہ کی شعاعیں تسنیم شرک انگیز طلسمات نے دم توڑ دیا

تسنیم خاندانی

نور اسلام سے ظلمات نے دم توڑ دیا تھر تھرا کر سبیل ولات نے دم توڑ دیا دشمنوں کے بھی خیالات نے دم توڑ دیا تاکے کجلائے گئے رات نے دم توڑ دیا کفر کی تیرہ روات نے دم توڑ دیا اب میرے اشکوں کی برسات نے دم توڑ دیا ننگ و تاریک عمارت نے دم توڑ دیا صبح نوجاگ اٹھی رات نے دم توڑ دیا امر لازم ہے کہ حالات نے دم توڑ دیا دور باطل کے رسومات نے دم توڑ دیا آذری رسم و روایات نے دم توڑ دیا

سوال و جواب

سوال: جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنتوں کی نیت باندھنا کیسا ہے؟ جواب: جب فرض نماز کی جماعت شروع ہوجائے اس کے بعد سنتوں کی نیت نہ باندھنا چاہیے، صرف فوج کی سنتیں جماعت کی جگہ سے علیحدہ کسی جگہ سے پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجائے، ایک رکعت لے لے لائق ہوتا ایسا کرے در نہ فرض نماز میں شریک ہوجائے۔ سوال: فرض نماز کے بعد سنت توڑنا پڑھنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر کر سکتا ہے؟ جواب: فرض نماز کے بعد سنت توڑنا پڑھنا ضروری نہیں، اذکار اترہ کے مقدار تاخیر کر سکتا ہے، اس سے زیادہ تاخیر نہ کرنا چاہیے۔ سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے؟ جواب: زکوٰۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی رقم کی ادائیگی کے لئے ملکی ضروری ہے اور یہاں یہ ضرورت پائی نہیں جا رہی ہے۔ سوال: سنن و نوافل کا کچھ میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ جواب: کچھ میں سنن و نوافل پڑھنا اولیٰ و افضل ہے، الا فضل فی السنن و النوافل المنفزل لفقولہ علیہ السلام صلوة الرجل فی المنزل افضل الا المکتوبۃ۔ فتاویٰ عالمگیریہ۔ سوال: ایک شخص کی نظر کی جنت شروع ہوجانے کی وجہ سے سنتیں چھوٹ گئیں جماعت ختم ہونے پر ایسا شخص بعد والی دو سنتیں پہلے پڑھے یا چھوٹی ہوئی چار؟ جواب: نظر کے فرضوں سے پہلے کی سنتیں اگر جماعت میں شریک ہوجانے کی وجہ سے رہ جائیں تو پہلے دو رکعت سنت نظر اور اس کے بعد چھوٹی ہوئی چار رکعت پڑھے، ایسا کرنا افضل ہے۔ سوال: اگر کسی مدرسہ میں اہل مدرسہ زکوٰۃ کے مصارف میں مال زکوٰۃ نہیں صرف کرتے، تو ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم

سوال: جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنتوں کی نیت باندھنا کیسا ہے؟ جواب: جب فرض نماز کی جماعت شروع ہوجائے اس کے بعد سنتوں کی نیت نہ باندھنا چاہیے، صرف فوج کی سنتیں جماعت کی جگہ سے علیحدہ کسی جگہ سے پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجائے، ایک رکعت لے لے لائق ہوتا ایسا کرے در نہ فرض نماز میں شریک ہوجائے۔ سوال: فرض نماز کے بعد سنت توڑنا پڑھنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر کر سکتا ہے؟ جواب: فرض نماز کے بعد سنت توڑنا پڑھنا ضروری نہیں، اذکار اترہ کے مقدار تاخیر کر سکتا ہے، اس سے زیادہ تاخیر نہ کرنا چاہیے۔ سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے؟ جواب: زکوٰۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی رقم کی ادائیگی کے لئے ملکی ضروری ہے اور یہاں یہ ضرورت پائی نہیں جا رہی ہے۔ سوال: سنن و نوافل کا کچھ میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ جواب: کچھ میں سنن و نوافل پڑھنا اولیٰ و افضل ہے، الا فضل فی السنن و النوافل المنفزل لفقولہ علیہ السلام صلوة الرجل فی المنزل افضل الا المکتوبۃ۔ فتاویٰ عالمگیریہ۔ سوال: ایک شخص کی نظر کی جنت شروع ہوجانے کی وجہ سے سنتیں چھوٹ گئیں جماعت ختم ہونے پر ایسا شخص بعد والی دو سنتیں پہلے پڑھے یا چھوٹی ہوئی چار؟ جواب: نظر کے فرضوں سے پہلے کی سنتیں اگر جماعت میں شریک ہوجانے کی وجہ سے رہ جائیں تو پہلے دو رکعت سنت نظر اور اس کے بعد چھوٹی ہوئی چار رکعت پڑھے، ایسا کرنا افضل ہے۔ سوال: اگر کسی مدرسہ میں اہل مدرسہ زکوٰۃ کے مصارف میں مال زکوٰۃ نہیں صرف کرتے، تو ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم

سوال: اگر کوئی مکان رہائشی مکان کے علاوہ رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جواب: مکان ہر کسی حال میں زکوٰۃ نہیں، خواہ رہائشی مکان ہو یا نہ ہو، ہاں اگر مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت تجارت ہونے کے ایک قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔ سوال: ایک شخص کے پاس نقد نقاب شرعی نقد روپیہ موجود ہے مگر اس کی اولاد کی شادیوں کی ذمہ داری اس پر ہے کیا ایسی صورت میں زکوٰۃ اس پر واجب ہوگی؟ جواب: اگر مال پر حوالان حول ہوجاتا ہے تو زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے اگر حوالان حول سے قبل ہی مال کو ان مصارف میں صرف کر دیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں واجب ہوگی۔ سوال: اگر مال نقد ایک روپیہ کو کچھوں فروخت کرے اور ادھار دو روپے لکھو تو شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب: اس طرح سے بیع نافذ تو ہوجائے گی مگر اس طرح بیع کرنا مکروہ ہے۔ میں ہے، شرعی اشئی الیسیر یثمن غالب اذا کان له حاجۃ الی القروض مجوز و سکرہ۔ سوال: انگریز مال رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب: انگریزی مال رکھنا عند الشرح ممنوع ہے۔ اور مالیت کی وجہ سے کہ جو لوگ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں ان کی شاہدیت میں نیز دلوں میں بے راہ روی پیدا ہونے کی وجہ سے یہ بال رکھے جاتے ہیں۔ سوال: لباس کے سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ (بقیہ ص: ۱۸ پر)

سوال: اگر کوئی مکان رہائشی مکان کے علاوہ رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جواب: مکان ہر کسی حال میں زکوٰۃ نہیں، خواہ رہائشی مکان ہو یا نہ ہو، ہاں اگر مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت تجارت ہونے کے ایک قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔ سوال: اگر مال نقد ایک روپیہ کو کچھوں فروخت کرے اور ادھار دو روپے لکھو تو شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب: اس طرح سے بیع نافذ تو ہوجائے گی مگر اس طرح بیع کرنا مکروہ ہے۔ میں ہے، شرعی اشئی الیسیر یثمن غالب اذا کان له حاجۃ الی القروض مجوز و سکرہ۔ سوال: انگریز مال رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب: انگریزی مال رکھنا عند الشرح ممنوع ہے۔ اور مالیت کی وجہ سے کہ جو لوگ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں ان کی شاہدیت میں نیز دلوں میں بے راہ روی پیدا ہونے کی وجہ سے یہ بال رکھے جاتے ہیں۔ سوال: لباس کے سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ (بقیہ ص: ۱۸ پر)

سوال: اگر کوئی مکان رہائشی مکان کے علاوہ رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جواب: مکان ہر کسی حال میں زکوٰۃ نہیں، خواہ رہائشی مکان ہو یا نہ ہو، ہاں اگر مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت تجارت ہونے کے ایک قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔ سوال: اگر مال نقد ایک روپیہ کو کچھوں فروخت کرے اور ادھار دو روپے لکھو تو شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب: اس طرح سے بیع نافذ تو ہوجائے گی مگر اس طرح بیع کرنا مکروہ ہے۔ میں ہے، شرعی اشئی الیسیر یثمن غالب اذا کان له حاجۃ الی القروض مجوز و سکرہ۔ سوال: انگریز مال رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب: انگریزی مال رکھنا عند الشرح ممنوع ہے۔ اور مالیت کی وجہ سے کہ جو لوگ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں ان کی شاہدیت میں نیز دلوں میں بے راہ روی پیدا ہونے کی وجہ سے یہ بال رکھے جاتے ہیں۔ سوال: لباس کے سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ (بقیہ ص: ۱۸ پر)

سوال: اگر کوئی مکان رہائشی مکان کے علاوہ رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جواب: مکان ہر کسی حال میں زکوٰۃ نہیں، خواہ رہائشی مکان ہو یا نہ ہو، ہاں اگر مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت تجارت ہونے کے ایک قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔ سوال: اگر مال نقد ایک روپیہ کو کچھوں فروخت کرے اور ادھار دو روپے لکھو تو شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب: اس طرح سے بیع نافذ تو ہوجائے گی مگر اس طرح بیع کرنا مکروہ ہے۔ میں ہے، شرعی اشئی الیسیر یثمن غالب اذا کان له حاجۃ الی القروض مجوز و سکرہ۔ سوال: انگریز مال رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب: انگریزی مال رکھنا عند الشرح ممنوع ہے۔ اور مالیت کی وجہ سے کہ جو لوگ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں ان کی شاہدیت میں نیز دلوں میں بے راہ روی پیدا ہونے کی وجہ سے یہ بال رکھے جاتے ہیں۔ سوال: لباس کے سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ (بقیہ ص: ۱۸ پر)

سوال: اگر کوئی مکان رہائشی مکان کے علاوہ رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جواب: مکان ہر کسی حال میں زکوٰۃ نہیں، خواہ رہائشی مکان ہو یا نہ ہو، ہاں اگر مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت تجارت ہونے کے ایک قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔ سوال: اگر مال نقد ایک روپیہ کو کچھوں فروخت کرے اور ادھار دو روپے لکھو تو شرعاً کیا حکم ہے؟ جواب: اس طرح سے بیع نافذ تو ہوجائے گی مگر اس طرح بیع کرنا مکروہ ہے۔ میں ہے، شرعی اشئی الیسیر یثمن غالب اذا کان له حاجۃ الی القروض مجوز و سکرہ۔ سوال: انگریز مال رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب: انگریزی مال رکھنا عند الشرح ممنوع ہے۔ اور مالیت کی وجہ سے کہ جو لوگ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں ان کی شاہدیت میں نیز دلوں میں بے راہ روی پیدا ہونے کی وجہ سے یہ بال رکھے جاتے ہیں۔ سوال: لباس کے سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ (بقیہ ص: ۱۸ پر)

دستور حیات

زندگی کا خضر طریق اور اسلامی طرز حیات کا مکمل انالیق

ان: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی عہد حاضر کے ذوق و ذہن اور فہم و استعداد اور عدم الفحش کے خیر نظر عہد سے ایک ایسی کتاب کی شد بد ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو اسلامی نظام حیات پر ایک جامع اور مختصر رہنما کتاب کی حیثیت رکھتی ہو اور اس کے ذریعہ ایک نظر اسلامی عقائد و اعمال کا خلاصہ اور اس کی روح سامنے آجائے۔ خدا کا شکر کہ

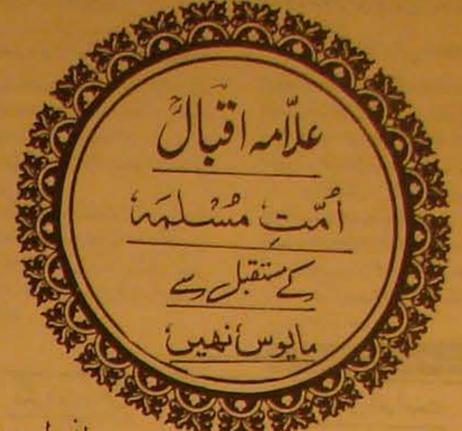
اسلامیات کے ایک معتبر و نامور اور باخبر و اہل نظر مصنف نے عربی میں یہ کتاب "العقیدۃ و السلوک" کے نام سے لکھی اور اس نے غماز کو بخوبی پورا کیا اور اب خود مصنف کی نظر ثانی و اضافوں کے بعد اردو میں،

دستور حیات کے نام سے مشائخ ہو گیا ہے۔ کتاب زمانہ کی ضروریات و مطالبات اور مسلم معاشرہ کے موجودہ حالات اور اپنی جامعیت و اختصار کے لحاظ سے ہر طرح اس کی تسکین ہے کہ لوگ اسے اپنی زندگی کا دستور العمل اور رہنما بنائیں۔ قرآن و حدیث کے روئے سے عقائد و عبادت، امور حسنہ کے عبادت کے مطابق اخلاق و عادات کے اصلاح، اخلاق، معاملات، تزکیہ نفس اور تعلیمات بشر اسلامی تمدن و معاشرت کے ساتھ مصنف کے ذاتی تجربات اور مطالعہ کا نچوڑ بھی آ گیا ہے۔

اسلام کے نظام عقائد و اعمال کا ایک مختصر اور روح پرورد گلدستہ جس میں اسلامی نظام حیات اور دستور زندگی کا عطر آگیا ہے۔ ہر شخص کے لئے ایک قابل مطالعہ و استفادہ کتاب، زندگی کا خضر طریق اور اسلامی طرز حیات کا مکمل دستاویز۔ خوشنما و دیدہ زیب کتاب و طبعات عربی ایڈیشن ۱۸ روپے اردو ایڈیشن ۱۶ روپے

کتاب کی پیشگی قیمت روانہ شد ماکہ کتاب مصارف ڈاک کی رعایت کے ساتھ رجسٹرڈ بیک پیکیٹ حاصل کیجیے۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۱ ندوہ لکھنؤ

ضروری تصحیح بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر تعمیر حیات کا شمارہ اردو ۲۵ مارچ ۱۹۴۷ء کے شمارہ ۱۱۱، شمارہ ۱۱۲ کے شمارہ ۱۱۳ کے شمارہ ۱۱۴ کے شمارہ ۱۱۵ کے شمارہ ۱۱۶ کے شمارہ ۱۱۷ کے شمارہ ۱۱۸ کے شمارہ ۱۱۹ کے شمارہ ۱۲۰ کے شمارہ ۱۲۱ کے شمارہ ۱۲۲ کے شمارہ ۱۲۳ کے شمارہ ۱۲۴ کے شمارہ ۱۲۵ کے شمارہ ۱۲۶ کے شمارہ ۱۲۷ کے شمارہ ۱۲۸ کے شمارہ ۱۲۹ کے شمارہ ۱۳۰ کے شمارہ ۱۳۱ کے شمارہ ۱۳۲ کے شمارہ ۱۳۳ کے شمارہ ۱۳۴ کے شمارہ ۱۳۵ کے شمارہ ۱۳۶ کے شمارہ ۱۳۷ کے شمارہ ۱۳۸ کے شمارہ ۱۳۹ کے شمارہ ۱۴۰ کے شمارہ ۱۴۱ کے شمارہ ۱۴۲ کے شمارہ ۱۴۳ کے شمارہ ۱۴۴ کے شمارہ ۱۴۵ کے شمارہ ۱۴۶ کے شمارہ ۱۴۷ کے شمارہ ۱۴۸ کے شمارہ ۱۴۹ کے شمارہ ۱۵۰ کے شمارہ ۱۵۱ کے شمارہ ۱۵۲ کے شمارہ ۱۵۳ کے شمارہ ۱۵۴ کے شمارہ ۱۵۵ کے شمارہ ۱۵۶ کے شمارہ ۱۵۷ کے شمارہ ۱۵۸ کے شمارہ ۱۵۹ کے شمارہ ۱۶۰ کے شمارہ ۱۶۱ کے شمارہ ۱۶۲ کے شمارہ ۱۶۳ کے شمارہ ۱۶۴ کے شمارہ ۱۶۵ کے شمارہ ۱۶۶ کے شمارہ ۱۶۷ کے شمارہ ۱۶۸ کے شمارہ ۱۶۹ کے شمارہ ۱۷۰ کے شمارہ ۱۷۱ کے شمارہ ۱۷۲ کے شمارہ ۱۷۳ کے شمارہ ۱۷۴ کے شمارہ ۱۷۵ کے شمارہ ۱۷۶ کے شمارہ ۱۷۷ کے شمارہ ۱۷۸ کے شمارہ ۱۷۹ کے شمارہ ۱۸۰ کے شمارہ ۱۸۱ کے شمارہ ۱۸۲ کے شمارہ ۱۸۳ کے شمارہ ۱۸۴ کے شمارہ ۱۸۵ کے شمارہ ۱۸۶ کے شمارہ ۱۸۷ کے شمارہ ۱۸۸ کے شمارہ ۱۸۹ کے شمارہ ۱۹۰ کے شمارہ ۱۹۱ کے شمارہ ۱۹۲ کے شمارہ ۱۹۳ کے شمارہ ۱۹۴ کے شمارہ ۱۹۵ کے شمارہ ۱۹۶ کے شمارہ ۱۹۷ کے شمارہ ۱۹۸ کے شمارہ ۱۹۹ کے شمارہ ۲۰۰ کے شمارہ ۲۰۱ کے شمارہ ۲۰۲ کے شمارہ ۲۰۳ کے شمارہ ۲۰۴ کے شمارہ ۲۰۵ کے شمارہ ۲۰۶ کے شمارہ ۲۰۷ کے شمارہ ۲۰۸ کے شمارہ ۲۰۹ کے شمارہ ۲۱۰ کے شمارہ ۲۱۱ کے شمارہ ۲۱۲ کے شمارہ ۲۱۳ کے شمارہ ۲۱۴ کے شمارہ ۲۱۵ کے شمارہ ۲۱۶ کے شمارہ ۲۱۷ کے شمارہ ۲۱۸ کے شمارہ ۲۱۹ کے شمارہ ۲۲۰ کے شمارہ ۲۲۱ کے شمارہ ۲۲۲ کے شمارہ ۲۲۳ کے شمارہ ۲۲۴ کے شمارہ ۲۲۵ کے شمارہ ۲۲۶ کے شمارہ ۲۲۷ کے شمارہ ۲۲۸ کے شمارہ ۲۲۹ کے شمارہ ۲۳۰ کے شمارہ ۲۳۱ کے شمارہ ۲۳۲ کے شمارہ ۲۳۳ کے شمارہ ۲۳۴ کے شمارہ ۲۳۵ کے شمارہ ۲۳۶ کے شمارہ ۲۳۷ کے شمارہ ۲۳۸ کے شمارہ ۲۳۹ کے شمارہ ۲۴۰ کے شمارہ ۲۴۱ کے شمارہ ۲۴۲ کے شمارہ ۲۴۳ کے شمارہ ۲۴۴ کے شمارہ ۲۴۵ کے شمارہ ۲۴۶ کے شمارہ ۲۴۷ کے شمارہ ۲۴۸ کے شمارہ ۲۴۹ کے شمارہ ۲۵۰ کے شمارہ ۲۵۱ کے شمارہ ۲۵۲ کے شمارہ ۲۵۳ کے شمارہ ۲۵۴ کے شمارہ ۲۵۵ کے شمارہ ۲۵۶ کے شمارہ ۲۵۷ کے شمارہ ۲۵۸ کے شمارہ ۲۵۹ کے شمارہ ۲۶۰ کے شمارہ ۲۶۱ کے شمارہ ۲۶۲ کے شمارہ ۲۶۳ کے شمارہ ۲۶۴ کے شمارہ ۲۶۵ کے شمارہ ۲۶۶ کے شمارہ ۲۶۷ کے شمارہ ۲۶۸ کے شمارہ ۲۶۹ کے شمارہ ۲۷۰ کے شمارہ ۲۷۱ کے شمارہ ۲۷۲ کے شمارہ ۲۷۳ کے شمارہ ۲۷۴ کے شمارہ ۲۷۵ کے شمارہ ۲۷۶ کے شمارہ ۲۷۷ کے شمارہ ۲۷۸ کے شمارہ ۲۷۹ کے شمارہ ۲۸۰ کے شمارہ ۲۸۱ کے شمارہ ۲۸۲ کے شمارہ ۲۸۳ کے شمارہ ۲۸۴ کے شمارہ ۲۸۵ کے شمارہ ۲۸۶ کے شمارہ ۲۸۷ کے شمارہ ۲۸۸ کے شمارہ ۲۸۹ کے شمارہ ۲۹۰ کے شمارہ ۲۹۱ کے شمارہ ۲۹۲ کے شمارہ ۲۹۳ کے شمارہ ۲۹۴ کے شمارہ ۲۹۵ کے شمارہ ۲۹۶ کے شمارہ ۲۹۷ کے شمارہ ۲۹۸ کے شمارہ ۲۹۹ کے شمارہ ۳۰۰ کے شمارہ ۳۰۱ کے شمارہ ۳۰۲ کے شمارہ ۳۰۳ کے شمارہ ۳۰۴ کے شمارہ ۳۰۵ کے شمارہ ۳۰۶ کے شمارہ ۳۰۷ کے شمارہ ۳۰۸ کے شمارہ ۳۰۹ کے شمارہ ۳۱۰ کے شمارہ ۳۱۱ کے شمارہ ۳۱۲ کے شمارہ ۳۱۳ کے شمارہ ۳۱۴ کے شمارہ ۳۱۵ کے شمارہ ۳۱۶ کے شمارہ ۳۱۷ کے شمارہ ۳۱۸ کے شمارہ ۳۱۹ کے شمارہ ۳۲۰ کے شمارہ ۳۲۱ کے شمارہ ۳۲۲ کے شمارہ ۳۲۳ کے شمارہ ۳۲۴ کے شمارہ ۳۲۵ کے شمارہ ۳۲۶ کے شمارہ ۳۲۷ کے شمارہ ۳۲۸ کے شمارہ ۳۲۹ کے شمارہ ۳۳۰ کے شمارہ ۳۳۱ کے شمارہ ۳۳۲ کے شمارہ ۳۳۳ کے شمارہ ۳۳۴ کے شمارہ ۳۳۵ کے شمارہ ۳۳۶ کے شمارہ ۳۳۷ کے شمارہ ۳۳۸ کے شمارہ ۳۳۹ کے شمارہ ۳۴۰ کے شمارہ ۳۴۱ کے شمارہ ۳۴۲ کے شمارہ ۳۴۳ کے شمارہ ۳۴۴ کے شمارہ ۳۴۵ کے شمارہ ۳۴۶ کے شمارہ ۳۴۷ کے شمارہ ۳۴۸ کے شمارہ ۳۴۹ کے شمارہ ۳۵۰ کے شمارہ ۳۵۱ کے شمارہ ۳۵۲ کے شمارہ ۳۵۳ کے شمارہ ۳۵۴ کے شمارہ ۳۵۵ کے شمارہ ۳۵۶ کے شمارہ ۳۵۷ کے شمارہ ۳۵۸ کے شمارہ ۳۵۹ کے شمارہ ۳۶۰ کے شمارہ ۳۶۱ کے شمارہ ۳۶۲ کے شمارہ ۳۶۳ کے شمارہ ۳۶۴ کے شمارہ ۳۶۵ کے شمارہ ۳۶۶ کے شمارہ ۳۶۷ کے شمارہ ۳۶۸ کے شمارہ ۳۶۹ کے شمارہ ۳۷۰ کے شمارہ ۳۷۱ کے شمارہ ۳۷۲ کے شمارہ ۳۷۳ کے شمارہ ۳۷۴ کے شمارہ ۳۷۵ کے شمارہ ۳۷۶ کے شمارہ ۳۷۷ کے شمارہ ۳۷۸ کے شمارہ ۳۷۹ کے شمارہ ۳۸۰ کے شمارہ ۳۸۱ کے شمارہ ۳۸۲ کے شمارہ ۳۸۳ کے شمارہ ۳۸۴ کے شمارہ ۳۸۵ کے شمارہ ۳۸۶ کے شمارہ ۳۸۷ کے شمارہ ۳۸۸ کے شمارہ ۳۸۹ کے شمارہ ۳۹۰ کے شمارہ ۳۹۱ کے شمارہ ۳۹۲ کے شمارہ ۳۹۳ کے شمارہ ۳۹۴ کے شمارہ ۳۹۵ کے شمارہ ۳۹۶ کے شمارہ ۳۹۷ کے شمارہ ۳۹۸ کے شمارہ ۳۹۹ کے شمارہ ۴۰۰ کے شمارہ ۴۰۱ کے شمارہ ۴۰۲ کے شمارہ ۴۰۳ کے شمارہ ۴۰۴ کے شمارہ ۴۰۵ کے شمارہ ۴۰۶ کے شمارہ ۴۰۷ کے شمارہ ۴۰۸ کے شمارہ ۴۰۹ کے شمارہ ۴۱۰ کے شمارہ ۴۱۱ کے شمارہ ۴۱۲ کے شمارہ ۴۱۳ کے شمارہ ۴۱۴ کے شمارہ ۴۱۵ کے شمارہ ۴۱۶ کے شمارہ ۴۱۷ کے شمارہ ۴۱۸ کے شمارہ ۴۱۹ کے شمارہ ۴۲۰ کے شمارہ ۴۲۱ کے شمارہ ۴۲۲ کے شمارہ ۴۲۳ کے شمارہ ۴۲۴ کے شمارہ ۴۲۵ کے شمارہ ۴۲۶ کے شمارہ ۴۲۷ کے شمارہ ۴۲۸ کے شمارہ ۴۲۹ کے شمارہ ۴۳۰ کے شمارہ ۴۳۱ کے شمارہ ۴۳۲ کے شمارہ ۴۳۳ کے شمارہ ۴۳۴ کے شمارہ ۴۳۵ کے شمارہ ۴۳۶ کے شمارہ ۴۳۷ کے شمارہ ۴۳۸ کے شمارہ ۴۳۹ کے شمارہ ۴۴۰ کے شمارہ ۴۴۱ کے شمارہ ۴۴۲ کے شمارہ ۴۴۳ کے شمارہ ۴۴۴ کے شمارہ ۴۴۵ کے شمارہ ۴۴۶ کے شمارہ ۴۴۷ کے شمارہ ۴۴۸ کے شمارہ ۴۴۹ کے شمارہ ۴۵۰ کے شمارہ ۴۵۱ کے شمارہ ۴۵۲ کے شمارہ ۴۵۳ کے شمارہ ۴۵۴ کے شمارہ ۴۵۵ کے شمارہ ۴۵۶ کے شمارہ ۴۵۷ کے شمارہ ۴۵۸ کے شمارہ ۴۵۹ کے شمارہ ۴۶۰ کے شمارہ ۴۶۱ کے شمارہ ۴۶۲ کے شمارہ ۴۶۳ کے شمارہ ۴۶۴ کے شمارہ ۴۶۵ کے شمارہ ۴۶۶ کے شمارہ ۴۶۷ کے شمارہ ۴۶۸ کے شمارہ ۴۶۹ کے شمارہ ۴۷۰ کے شمارہ ۴۷۱ کے شمارہ ۴۷۲ کے شمارہ ۴۷۳ کے شمارہ ۴۷۴ کے شمارہ ۴۷۵ کے شمارہ ۴۷۶ کے شمارہ ۴۷۷ کے شمارہ ۴۷۸ کے شمارہ ۴۷۹ کے شمارہ ۴۸۰ کے شمارہ ۴۸۱ کے شمارہ ۴۸۲ کے شمارہ ۴۸۳ کے شمارہ ۴۸۴ کے شمارہ ۴۸۵ کے شمارہ ۴۸۶ کے شمارہ ۴۸۷ کے شمارہ ۴۸۸ کے شمارہ ۴۸۹ کے شمارہ ۴۹۰ کے شمارہ ۴۹۱ کے شمارہ ۴۹۲ کے شمارہ ۴۹۳ کے شمارہ ۴۹۴ کے شمارہ ۴۹۵ کے شمارہ ۴۹۶ کے شمارہ ۴۹۷ کے شمارہ ۴۹۸ کے شمارہ ۴۹۹ کے شمارہ ۵۰۰ کے شمارہ ۵۰۱ کے شمارہ ۵۰۲ کے شمارہ ۵۰۳ کے شمارہ ۵۰۴ کے شمارہ ۵۰۵ کے شمارہ ۵۰۶ کے شمارہ ۵۰۷ کے شمارہ ۵۰۸ کے شمارہ ۵۰۹ کے شمارہ ۵۱۰ کے شمارہ ۵۱۱ کے شمارہ ۵۱۲ کے شمارہ ۵۱۳ کے شمارہ ۵۱۴ کے شمارہ ۵۱۵ کے شمارہ ۵۱۶ کے شمارہ ۵۱۷ کے شمارہ ۵۱۸ کے شمارہ ۵۱۹ کے شمارہ ۵۲۰ کے شمارہ ۵۲۱ کے شمارہ ۵۲۲ کے شمارہ ۵۲۳ کے شمارہ ۵۲۴ کے شمارہ ۵۲۵ کے شمارہ ۵۲۶ کے شمارہ ۵۲۷ کے شمارہ ۵۲۸ کے شمارہ ۵۲۹ کے شمارہ ۵۳۰ کے شمارہ ۵۳۱ کے شمارہ ۵۳۲ کے شمارہ ۵۳۳ کے شمارہ ۵۳۴ کے شمارہ ۵۳۵ کے شمارہ ۵۳۶ کے شمارہ ۵۳۷ کے شمارہ ۵۳۸ کے شمارہ ۵۳۹ کے شمارہ ۵۴۰ کے شمارہ ۵۴۱ کے شمارہ ۵۴۲ کے شمارہ ۵۴۳ کے شمارہ ۵۴۴ کے شمارہ ۵۴۵ کے شمارہ ۵۴۶ کے شمارہ ۵۴۷ کے شمارہ ۵۴۸ کے شمارہ ۵۴۹ کے شمارہ ۵۵۰ کے شمارہ ۵۵۱ کے شمارہ ۵۵۲ کے شمارہ ۵۵۳ کے شمارہ ۵۵۴ کے شمارہ ۵۵۵ کے شمارہ ۵۵۶ کے شمارہ ۵۵۷ کے شمارہ ۵۵۸ کے شمارہ ۵۵۹ کے شمارہ ۵۶۰ کے شمارہ ۵۶۱ کے شمارہ ۵۶۲ کے شمارہ ۵۶۳ کے شمارہ ۵۶۴ کے شمارہ ۵۶۵ کے شمارہ ۵۶۶ کے شمارہ ۵۶۷ کے شمارہ ۵۶۸ کے شمارہ ۵۶۹ کے شمارہ ۵۷۰ کے شمارہ ۵۷۱ کے شمارہ ۵۷۲ کے شمارہ ۵۷۳ کے شمارہ ۵۷۴ کے شمارہ ۵۷۵ کے شمارہ ۵۷۶ کے شمارہ ۵۷۷ کے شمارہ ۵۷۸ کے شمارہ ۵۷۹ کے شمارہ ۵۸۰ کے شمارہ ۵۸۱ کے شمارہ ۵۸۲ کے شمارہ ۵۸۳ کے شمارہ ۵۸۴ کے شمارہ ۵۸۵ کے شمارہ ۵۸۶ کے شمارہ ۵۸۷ کے شمارہ ۵۸۸ کے شمارہ ۵۸۹ کے شمارہ ۵۹۰ کے شمارہ ۵۹۱ کے شمارہ ۵۹۲ کے شمارہ ۵۹۳ کے شمارہ ۵۹۴ کے شمارہ ۵۹۵ کے شمارہ ۵۹۶ کے شمارہ ۵۹۷ کے شمارہ ۵۹۸ کے شمارہ ۵۹۹ کے شمارہ ۶۰۰ کے شمارہ ۶۰۱ کے شمارہ ۶۰۲ کے شمارہ ۶۰۳ کے شمارہ ۶۰۴ کے شمارہ ۶۰۵ کے شمارہ ۶۰۶ کے شمارہ ۶۰۷ کے شمارہ ۶۰۸ کے شمارہ ۶۰۹ کے شمارہ ۶۱۰ کے شمارہ ۶۱۱ کے شمارہ ۶۱۲ کے شمارہ ۶۱۳ کے شمارہ ۶۱۴ کے شمارہ ۶۱۵ کے شمارہ ۶۱۶ کے شمارہ ۶۱۷ کے شمارہ ۶۱۸ کے شمارہ ۶۱۹ کے شمارہ ۶۲۰ کے شمارہ ۶۲۱ کے شمارہ ۶۲۲ کے شمارہ ۶۲۳ کے شمارہ ۶۲۴ کے شمارہ ۶۲۵ کے شمارہ ۶۲۶ کے شمارہ ۶۲۷ کے شمارہ ۶۲۸ کے شمارہ ۶۲۹ کے شمارہ ۶۳۰ کے شمارہ ۶۳۱ کے شمارہ ۶۳۲ کے شمارہ ۶۳۳ کے شمارہ ۶۳۴ کے شمارہ ۶۳۵ کے شمارہ ۶۳۶ کے شمارہ ۶۳۷ کے شمارہ ۶۳۸ کے شمارہ ۶۳۹ کے شمارہ ۶۴۰ کے شمارہ ۶۴۱ کے شمارہ ۶۴۲ کے شمارہ ۶۴۳ کے شمارہ ۶۴۴ کے شمارہ ۶۴۵ کے شمارہ ۶۴۶ کے شمارہ ۶۴۷ کے شمارہ ۶۴۸ کے شمارہ ۶۴۹ کے شمارہ ۶۵۰ کے شمارہ ۶۵۱ کے شمارہ ۶۵۲ کے شمارہ ۶۵۳ کے شمارہ ۶۵۴ کے شمارہ ۶۵۵ کے شمارہ ۶۵۶ کے شمارہ ۶۵۷ کے شمارہ ۶۵۸ کے شمارہ ۶۵۹ کے شمارہ ۶۶۰ کے شمارہ ۶۶۱ کے شمارہ ۶۶۲ کے شمارہ ۶۶۳ کے شمارہ ۶۶۴ کے شمارہ ۶۶۵ کے شمارہ ۶۶۶ کے شمارہ ۶۶۷ کے شمارہ ۶۶۸ کے شمارہ ۶۶۹ کے شمارہ ۶۷۰ کے شمارہ ۶۷۱ کے شمارہ ۶۷۲ کے شمارہ ۶۷۳ کے شمارہ ۶۷۴ کے شمارہ ۶۷۵ کے شمارہ ۶۷۶ کے شمارہ ۶۷۷ کے شمارہ ۶۷۸ کے شمارہ ۶۷۹ کے شمارہ ۶۸۰ کے شمارہ ۶۸۱ کے شمارہ ۶۸۲ کے شمارہ ۶۸۳ کے شمارہ ۶۸۴ کے شمارہ ۶۸۵ کے شمارہ ۶۸۶ کے شمارہ ۶۸۷ کے شمارہ ۶۸۸ کے شمارہ ۶۸۹ کے شمارہ ۶۹۰ کے شمارہ ۶۹۱ کے شمارہ ۶۹۲ کے شمارہ ۶۹۳ کے شمارہ ۶۹۴ کے شمارہ ۶۹۵ کے شمارہ ۶



انوار عالمیہ

شاعر شرقی علامہ اقبالؒ جو دہریوں
صدی کی ان چند ممتاز شخصیتوں میں سے ہیں
جنہوں نے مسلمانوں میں جو ایسا وقت و فتنہ پھرتا
سے سرعیت اور ذلت کا شکار تھے، خودی
اور خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کیا اور بیماری
کی لہر دوڑادی۔

اقبالؒ اس مرد مومن کا نام ہے جو اسلام
کی اہمیت پر یقین رکھنے والا، مسلمانوں کی
نشانی کا متونع اور مزبور کو شاکر
مسلمانوں کو منصب قیادت پر لانے کا خواہاں
وتمتھی ہے۔

بسی صدی کے اوائل میں خلافت اسلامیہ
کے زوال کے بعد عالم اسلام جس طرح کھڑے
کھڑے ہوا اور اسلامی ممالک کو جو یورپی
غلامی کرنا پڑی اس کی نتیجے میں مسلمانوں میں
یاس و بدشگونی، انکار ذات، اپنی قدر
قیمت اور عظمت و شرافت سے نا آشنا
و بیگانگی پیدا ہوئی ان کے ہاتھ سے قیادت
نکل گئی اور وہ مغرب کے سیاسی و ثقافتی
استعمار کے سایے میں آ گئے۔ ان حالات
نے مسلمانوں کو مغربی تہذیب سے شدت
سے مرعوب و متاثر کیا اور وہ مغرب کے
مقابلے میں مادی و مثنوی ہر طرح سے ہتھیار
جوئے گئے، اپنی ملت اور اپنے دین پر
سے ان کا اعتماد اٹھنا گیا اور وہ اپنے
ترقی یافتہ معاشرے اور قابل تہذیب و
تمدن سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اس صورت حال نے اقبالؒ کو
بے چین کر دیا۔ مسئلہ ایں طرز میں وطنان
کی جنگ نے اقبالؒ کے افکار و احساسات
پر کافی ضرب لگائی، طرابلس کے شہیدوں
پر اقبالؒ خون کے آنسو روئے پورے مسلمانوں
میں جب یورپ میں جنگ عظیم کا لہر اٹھا اور

عالم اسلام کے سر سے جو حالات و حوادث
گزرے انہوں نے اقبالؒ کو بے حد متاثر کیا
اس زمانہ میں ان کے سینے کا جوش، دل کا
فیضان، اور طبیعت کا سیلان اپنے عروج
پر تھا۔ اس زمانہ میں انہوں نے بہت سی
پُر جوش نظمیں کہیں جو دور بینی اور حقیقت
مشناسی کا شاہکار ہیں۔

اس ماحول کا پس منظر بیان کرنے
ہوئے اور اقبالؒ کے کلام کی قوت و تاثیر
کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن
علی ندوی مظلہ العالی فرماتے ہیں:-
"اس جامد و برجستہ ماحول
میں اقبالؒ کھڑے ہوئے ہیں اور ان
انسان کے گیت گانے ہیں اور اس کا
کلہ پڑھتے ہیں اور اس کے اندر خودت
اور احساس عظمت ذات کی معرفت
اور خود اعتمادی کی قوت پیدا کرتے
ہیں۔ اسے کائنات اور عالم انسانی
میں اپنے مقام سے آگاہ کرتے ہیں،
اور مایوسی و نا امید سے نکالی کر
امید و آرزو، جہد و عمل، ہم جوئی اور
دشوار طلبی، سیادت و قیادت پر جوش نڈی
اور خود بینی، اعزاز و انتہا پر اور بلند
کرداری و نادر کاری کی دنیا میں
لاکھڑا کرتے ہیں۔"

علامہ اقبالؒ نے مغرب کے جوس غواہی
کی ہے اور اس کے مرکز میں ایک عرصہ گزارا
ہے، مگر جب وہ وہاں سے نکلے تو انہیں اسلام
کی حقانیت و ادبیت پر مزید یقین حاصل ہوا
انہوں نے جہاں مغربی تہذیب کی انجمنوں کو
دیکھا وہیں اس کی برائیوں اور خرابیوں کا بھی
گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ وہاں انہیں ایک

طرف مادی اور ننگہ بون کو خیرہ کر دینے والی
ترقیات نظر آئیں تو دوسری طرف بے طرفی
اور بد اخلاقی کا ناسور پھوٹنا نظر آیا اور
ان کی دور رس نگاہوں نے دیکھ لیا کہ
مغربی تہذیب اب بیکے ہوئے پھل کی طرح ٹوٹ
کر گرنے کو ہے، اس کے دن پورے ہو گئے
ہیں اور اب وہ آخری سانس لے رہی ہے،
اور ایک نئی تہذیب اس کی جگہ لینے کو ہے،
جہاں نوپور ہا ہے پیدادہ عالم پر ہر ماہے
بے زنگی مقاموں نے بنا دیا ہے نماز خانہ
دوسری جگہ کہتے ہیں۔

دلوں میں ولولہ انقلاب ہے پیدا
قریب آگئی ہے شاید جہان پیر کی موت
مگر اقبالؒ کو اس پر بھی پورا یقین ہے
کہ نئی تہذیب کی قیادت کرنے والے صرف اور
صرف مسلمان ہیں، وہ پورے جہم و یقین کے
ساتھ کہتے ہیں۔

دلیل بصر روشن ہے ستاروں کی تنگ تابی
انہی سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں بختی
مسلمان کو مسلمان کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریای ہے سے گوہر کی سرابی
عطا مومن کو پھر دکھا جوش سے ہو گیا لاپتہ
شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی
علامہ اقبالؒ کی یہ خواہش تھی اور ان
کا یہ پیغام تھا کہ مسلمان یاس و قنوط کی نفسا
کو بدل دیں۔ ذہنی و فکری سرعیت ختم کریں۔
سیاسی و ثقافتی غلامی سے آزاد ہوں، اور
دنیا کی قیادت کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں،
کیونکہ وہی قیادت کے واحد مستحق ہیں وہی

نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاو داں ہو جا
تراز کن نکال ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کار از داں ہو جا فدا کا ترجمان ہو جا
خودی میں ڈوب جا غافل یہ سزا ننگائی ہے
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاو داں ہو جا

زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں، و اذ قال ربك
للملائكة اني جاعل في الارض
خليفة اسي جديہ کے ساتھ وہ بھی مسلمانوں
کے زوال کو دیدہ عبرت سے دیکھتے ہیں، اور
خون کے آنسو روتے ہیں اور مسلمانوں کی عزت
کو بھنجھوڑتے ہوئے کہتے ہیں۔

اسے لا الہ الا اللہ کا وارث باقی نہیں ہے تھی میں
گفتار دلبرانہ کردار متا ہرانہ
تری نگاہ سے دل سینے میں کانپتے تھے
کھو یا گیا ہے تیرا جذب تفلہ دراز
اور کبھی مسلمانوں کو قرون اولیٰ کی یاد دلاتے
ہیں اور ان کو فخرت دلاتے ہوئے کہتے ہیں۔

وہ سجدہ روح زمیں میں کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
سینی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذان میں نے
دیا تھا جس نے بیابانوں کو روشن کیا سیلاب
اور کبھی مسلمانوں کو ان کی پرشیدہ قوتوں
اور صلاحیتوں اور اس کے اعلیٰ مقام کو یاد
دلاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ کبھی اس
کو غفلت سے بھنجھوڑتے اور بیدار کرتے
ہوئے کہتے ہیں۔

تراز کن نکال ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کار از داں ہو جا فدا کا ترجمان ہو جا
خودی میں ڈوب جا غافل یہ سزا ننگائی ہے
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاو داں ہو جا

اسے کتاب کی اشاعت کا
ناظرین کو خصوصی طور پر اشتیاق
تھا اس لئے کہ ایک تو یہ ایک ایسی
شخصیت کی سوانح تھی جسے کسی پہلو
سے علماء ہند و پاک میں ایک خصوصی
حیثیت حاصل تھی، دوسرے یہ ایک
ایسے مصنف کے قلم سے سامنے آنے
والی تھی جسے اس صدی کے اہل فکر
و نظر کی صف میں ایک انتہائی انتہائی
مقام حاصل ہے۔ یہ کتاب صاحب
سوانح کے انتقال کے بعد بہت ہی
کم عرصے میں لکھی گئی اور اس نے
وہ بہترین توقعات پوری کیں جنکی
امید قارئین کو مولانا ابوالحسن علی
ندوی مظلہ سے بجا طور پر تھیں۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت
اس کی جامعیت ہے۔ حضرت شیخ ایک
بڑے عالم بھی تھے اور زہد و تقویٰ کے
ایک جتے جاتے پیکر بھی، وہ دینی مدرسوں
کے سرپرست بھی تھے اور تحریک دعوت
و تبلیغ کے سربراہ بھی، وہ تہذیب خانقاہوں
کے روح رواں بھی تھے اور عصر حاضر کے
جدد حالات و واقعات کے ایک فکرمند
نکراں بھی، وہ قرآن کے حافظ بھی تھے
اور ذوق شعر و سخن کے حامل بھی ضرورت
اس بات کی تھی کہ ان کا سوانح نگار اپنی
تصنیف میں ان کی شخصیت کا ایک ایسا
خاکہ پیش کرے جس میں یہ سارے پہلو
پوری وضاحت و توازن کے ساتھ بڑھتے
دلوں کے سامنے آجائیں۔ خوب اس بات
کا تھا کہ مصنف، صاحب سوانح کے کردار
کو اپنے ذوق کے رنگ میں رنگ دے گا
اور صاحب سوانح کی شخصیت کا کوئی
پسندیدہ "جزوہ" اس طرح نہ پھیلا دیا
جائے کہ وہ "کل" نظر آنے لگے اور
اس کے سامنے شخصیت کے دوسرے
پہلو مدغم پڑ جائیں۔ جب سید سلمان ندوی

مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی مظلہ کی تازہ تصنیف

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

ڈاکٹر عبد الرحمن نشاط۔ استاذ شعبہ انگریزی جامعہ ام القری مکتہ المکرمتہ

کاتاشر

رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ان کے ایک معتد
دست گرفتہ جناب غلام محمد صاحب کے قلم
سے آئی تھی تو اس میں قارئین کو یہی بات
کھٹکی تھی کہ اس تصنیف میں سید صاحب
کی تصویر ایک روحانی مرنی کی حیثیت سے
(جو وہ یقیناً تھے) اس طرح اجاگر ہوئی
تھی کہ اس کے سامنے ان کا علمی مقام،
ادبی ذوق، اور عصر حاضر کے حالات کے
مدبرانہ فہم کا وصف بہت ہی کی حیثیت ہو کر
رہ گئے تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی
مظلہ، اس بات کے لئے لائق صد ستائش
ہیں کہ اگرچہ وہ حضرت شیخ الحدیث کو بہت
قریب سے جانتے تھے اور عین ممکن ہے کہ
وہ خود شیخ کی کسی ایک صفت سے متاثر
متاثر بھی ہوئے ہوں لیکن اپنی تصنیف میں
انہوں نے اپنے ذوق کا سا بہ نہیں بڑے
دیا۔ یہ کتاب حضرت شیخ کی شخصیت کے
سارے پہلوؤں کے ساتھ انصاف کرتی
ہے اور ان کی ایک ایسی جامع تصویر پیش
کرتی ہے جو کسی اور مصنف سے شاید
اس درجہ نہیں نکھ پاتی۔

اس کتاب کی دوسری بڑی خصوصیت
اس کی موزوں عثمانیت ہے۔ حضرت شیخ
کے ارد گرد مخلصین و محبین کا ہمیشہ ہی
ایک مجمع رہا۔ بلا سائل ہزاروں ایسے ہوئے
جنہیں حضرت شیخ کے ایسے ارشادات
ان کی باطنی قوت کے ایسے واقعات،
اور ان سے متعلق ایسے خوب و پیشتر
یاد ہوں گے جنہیں وہ حضرت شیخ کی
سوانح کا ایک قیمتی جزو سمجھتے ہوں گے اور
ان کا خیال ہو گا کہ یہ ساری باتیں سوانح
میں آجائیں تو اچھا تھا۔ لیکن اس سلسلے
میں غور طلب بات یہ ہے کہ فن کے اعتبار
سے سوانح نگاری میں یہ تفصیلات (مکتبہ
دلہ) اس لئے اہم ہوتی ہیں کہ وہ صاحب
سوانح کی کسی صفت کو اجاگر کرنے میں
معاون ہوتی ہیں۔ ایسی تفصیلات سوانح

نکٹاری میں مذکور کا درجہ رکھتی ہیں مکتبہ کا
نہیں، ایک سوانح نگار کا مقصد کردار کی
کچھ اور دیا تھا اور انہیں تصویر کشی کرنا ہوتا
ہے جو اس کتاب میں بطور احسن پورا ہوا
ہے۔ حضرت شیخ کی زندگی سے متعلق اگر
ایک ایک واقعہ اور ایک ایک تفصیل اس
سوانح میں جمع کر دی جاتی تو وہ سب بھی
اپنے اپنے طور پر شیخ کی شخصیت کے ان
ہی پہلوؤں کی نشاں دہی کرتیں جو اس
تصنیف میں یوں بھی نہایت واضح و نمایاں
ہیں۔ اس کتاب میں تفصیلات کے ایسے انتخاب
کی نوعیت تھی اس انداز کی ہوئی کہ ایک صورت
رنگوں کے ایک موزوں انترجاع سے ایک
تصویر بنائے اور اس کے بعد پھر وہ اس
تصویر میں مزید رنگ اس لئے چھڑا جلا جائے
کہ اس کے پاس کچھ رنگ بیکار رہے تھے۔ اگر
اس کتاب کی عثمانیت بڑھ جاتی تو فیضانِ عمومی
طور پر اس کی افادیت کم ہو جاتی۔ ادب کی
تاریخ اور قارئین کے رجحانات کی تبدیلیوں
سے دلچسپی رکھنے والے حضرات واقف ہیں
کہ بیسویں صدی میں (بیسویں صدی کے
مقابلے میں) عمومی طور پر خصوصاً انگریزی
ادب میں ضخیم تصانیف سے اس لئے
مصنفین نے دامن پھیلانا شروع کیا کہ سید
قارئین کے طبقے میں بھی زندگی کی بڑھتی ہوئی
مشغولیت کے باعث ضخیم کتابوں کے پڑھنے
کا رجحان کم ہو گیا تھا۔ اس لحاظ سے مولانا
ابوالحسن علی ندوی مظلہ نے اس تصنیف میں
واقعات کے موزوں اور درجہ استعمال اور
غیر ضروری جزو بات سے گریز کا انداز اختیار
کر کے ایک فنکارانہ بیدار مغزی کا ثبوت
دیا ہے۔ لکھنے کا ایسا انداز جس میں ایک
ایک تفصیل کے جمع کرنے پر زور ہوا ایک
Reference Book کی تشکیل کے لئے
تو موزوں ہے کسی دعوتی اور تہذیبی تصنیف
کے لئے نہیں۔

اس کتاب کے خد و خال سادہ سیرا
پر تصنیف "فقوش اقبال" پڑھ کر
اقبالؒ کے عاجز زادہ جاوہر اقبالؒ نے کچھ
ان الفاظ میں تصور کیا تھا کہ جو کہ سید
صاحب نے اقبالؒ کے بارے میں لکھا ہے
اقبالؒ اپنی شاعری میں وہی کچھ کہنا چاہتے
تھے۔ راقم دستور کے احساسات اس سوانح
کے بارے میں بھی کچھ یہی ہیں۔ اگر حضرت
شیخ جیسے بے نفس انسان کو اپنی سوانح
کی تصنیف منظور ہوتی تو صرف تہذیبی و
اصلاحی مقاصد کے پیش نظر، اور مولانا
ندوی کی یہ تصنیف ان مقاصد کو نہایت
بلند طور پر پورا کرتی ہے۔

بعض حضرات پرچہ نہ
پہنچنے کی شکایت کرتے ہیں
مگر خط میں نہ اپنا پورا پتہ
لکھتے ہیں نہ خریداری نمبر
لکھتے ہیں، مجبوراً ہم ایسے
خطوط کو نظر انداز کر دیتے
ہیں۔ بعض حضرات مئی آرڈر
بھیجتے ہیں مگر کوئی پتہ اپنا
پتہ یا خریداری نمبر نہیں
لکھتے ایسے مئی آرڈر امانت
میں محفوظ ہو جاتے ہیں
اور

جب کافی عرصہ کے بعد وہ لکھتے
ہیں تو ان کی رقم جمع ہو پاتی
ہے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ آپ
کامنی آرڈر غلط تقسیم ہو جانے
اس لئے ڈاک خانہ کی واپسی
رسید میں ادارہ کی مہر دیکھ کر
اطمینان کر لیں اور واپسی رسید
کچھ عرصہ تک محفوظ رکھیں۔
(مستند)

بعض حضرات پرچہ نہ
پہنچنے کی شکایت کرتے ہیں
مگر خط میں نہ اپنا پورا پتہ
لکھتے ہیں نہ خریداری نمبر
لکھتے ہیں، مجبوراً ہم ایسے
خطوط کو نظر انداز کر دیتے
ہیں۔ بعض حضرات مئی آرڈر
بھیجتے ہیں مگر کوئی پتہ اپنا
پتہ یا خریداری نمبر نہیں
لکھتے ایسے مئی آرڈر امانت
میں محفوظ ہو جاتے ہیں
اور

سنبیدہ۔ مولانا محمد ثانی صاحب مدرسوں
کی رمضات المبارک پر نظر ایک ادبی
شہ پارہ ہے اور اس کتاب کے مقاصد
و مزاج کے لحاظ سے نہایت موزوں ہے
خدا کرے کہ سمرہ حسنی صاحبہ جو مولانا مرحوم
کے عاجز زادہ ہیں اور خود بھی تصنیفی ذوق
رکھتے ہیں، ان کے مکمل دیوان کی اشاعت
کا انتہام کریں۔

سید ابوالحسن علی ندوی مظلہ کی اقبالؒ
پر تصنیف "فقوش اقبال" پڑھ کر
اقبالؒ کے عاجز زادہ جاوہر اقبالؒ نے کچھ
ان الفاظ میں تصور کیا تھا کہ جو کہ سید
صاحب نے اقبالؒ کے بارے میں لکھا ہے
اقبالؒ اپنی شاعری میں وہی کچھ کہنا چاہتے
تھے۔ راقم دستور کے احساسات اس سوانح
کے بارے میں بھی کچھ یہی ہیں۔ اگر حضرت
شیخ جیسے بے نفس انسان کو اپنی سوانح
کی تصنیف منظور ہوتی تو صرف تہذیبی و
اصلاحی مقاصد کے پیش نظر، اور مولانا
ندوی کی یہ تصنیف ان مقاصد کو نہایت
بلند طور پر پورا کرتی ہے۔

اسے ضرور پڑھیں!

بعض حضرات پرچہ نہ
پہنچنے کی شکایت کرتے ہیں
مگر خط میں نہ اپنا پورا پتہ
لکھتے ہیں نہ خریداری نمبر
لکھتے ہیں، مجبوراً ہم ایسے
خطوط کو نظر انداز کر دیتے
ہیں۔ بعض حضرات مئی آرڈر
بھیجتے ہیں مگر کوئی پتہ اپنا
پتہ یا خریداری نمبر نہیں
لکھتے ایسے مئی آرڈر امانت
میں محفوظ ہو جاتے ہیں
اور